

مسئلہ "تدلیس" پر منہج متقدمین کی ترجمانی کیا ہر مدلس کی معنعن روایت رد ہے؟



التحقیق والتقیح



محدثین کا منہج

امام شافعی رحمہ اللہ کے شاذ قول

لا نقبل من مدلس حدیثاً حتی یقول فیہ: حدثنی أو سمعت
کے موافقین پر رد

(مثلاً فضیلۃ الشیخ ابو طاهر زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین)

پہلا مقالہ: التحقیق والتقیح فی مسئلۃ التدلیس

دوسرا مقالہ: محدثین اور مسئلہ تدلیس

منہج متقدمین کی ترجمانی

تالیف: محمد خبیب احمد

ماخوذ: مقالات اثریہ

مَقَالَاتُ اثَرِيَّة

تأليف:

مُحَمَّدُ خُصَيْبُ أَحْمَد

تقديم:

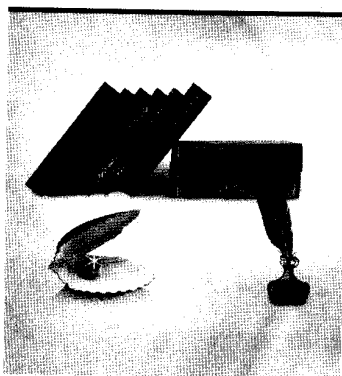
فَضِيلَةُ الشَّيْخِ إِبْرَاهِيمَ الْحَقْلَ ثَرِيَّ



ادارة العلوم الاثرية فيصل آباد

www.KitaboSunnat.com

مَقَالَاتِ اثَرِیَہ



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: مقالات اثریہ
مؤلف: محمد خبیب احمد
ناشر: ادارۃ العلوم الاثریہ،
منگمری بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2642724
تعداد: 1100
تاریخ طباعت: جون 2012ء
منطبع: انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور۔
فون: 042-37232400

ملنے کے پتے

- ادارۃ العلوم الاثریہ منگمری بازار، فیصل آباد
- مکتبہ اسلامیہ لاہور، فیصل آباد
- مکتبہ قدوسیہ لاہور
- مکتبہ اہل حدیث فیصل آباد

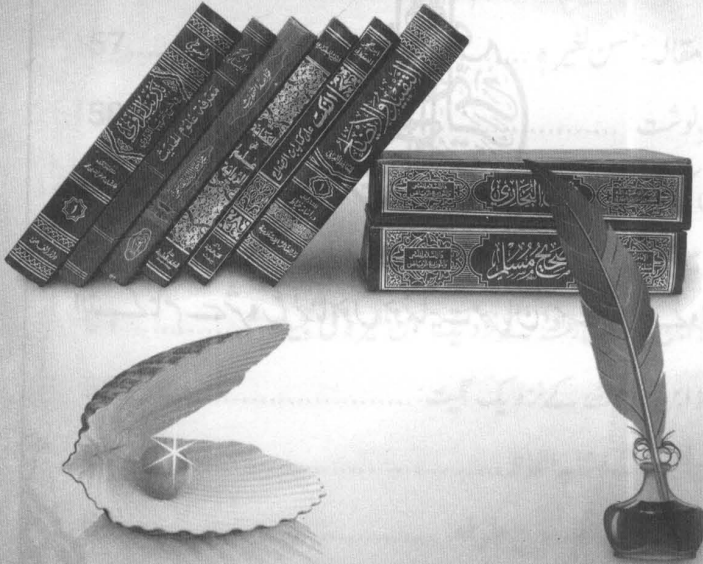
مَقَالَاتِ اثَرِيَّة

تأليف:

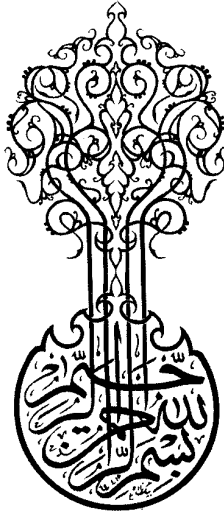
مُحَمَّدُ خَلِيلُ أَحْمَد

تقديم:

فَضِيلَةُ الشَّيْخِ إِسْمَاعِيلَ الْحَقَّاشِيِّ



إِدَارَةُ الْعُلُومِ الْإِثْرِيَّةِ فَيَصِّلُ أَبَادًا



اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

- ❁ دوسرا مقالہ: التحقيق والتنقيح في مسألة التدليس 196
- ❁ تدليس کے لغوی معنی: 197
- ❁ اصطلاحی تعریف: 197
- ❁ محرکات تدليس: 197
- ❁ پہلی قسم: تدليس الاسناد: 199
- ❁ ارسال خفی کا تدليس میں دخول: 200
- ❁ ۱- تدليس التسوية: 201
- ❁ ۲- تدليس السكوت: 202
- ❁ ۳- تدليس القطع: 203
- ❁ ۴- تدليس العطف: 203
- ❁ ۵- تدليس الصیغ: 203

- 204..... ❁ دوسری قسم: تدلیس الشیوخ:
- 205..... ❁ تدلیس البلدان:
- 205..... ❁ تدلیس کی معرفت کے ذرائع:
- 205..... ❁ دوسرا ذریعہ:
- 206..... ❁ تیسرا ذریعہ:
- 206..... ❁ چوتھا ذریعہ:
- 206..... ❁ پانچواں ذریعہ:
- 207..... ❁ چھٹا ذریعہ:
- 207..... ❁ امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کی توضیح:
- 209..... ❁ امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کا جواب:
- 212..... ❁ پہلی دلیل: تدلیس کا حکم:
- 212..... ❁ پہلی قسم:
- 212..... ❁ دوسری قسم:
- 213..... ❁ تیسری قسم:
- 213..... ❁ چوتھی قسم:
- 214..... ❁ دوسری دلیل: طبقاتِ مدلسین:
- 215..... ❁ تیسری دلیل: تدلیس کی کمی و زیادتی کی تاثیر:
- 216..... ❁ قلت اور کثرت کے لیے کسوٹی:
- 216..... ❁ قلت اور کثرت کی معرفت کے ذرائع:

- ❁ ۱۔ امام ابن معین رحمہ اللہ کا فیصلہ: 217
- ❁ ۲۔ امام ابن المدینی رحمہ اللہ کے ہاں تأثیر: 218
- ❁ ۳۔ حافظ ابن رجب کا موقف: 219
- ❁ ۴۔ امام احمد رحمہ اللہ کا نظریہ: 219
- ❁ ۵۔ امام بخاری رحمہ اللہ قلتِ تدلیس کے قائل ہیں: 221
- ❁ ۶۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی صراحت اور منہج محدثین: 223
- ❁ ۷۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ: 224
- ❁ ۸۔ امام ابو داؤد: 224
- ❁ ۹۔ امام یحییٰ بن سعید القطان: 225
- ❁ ۱۰۔ امام عبدالرحمن بن مہدی: 225
- ❁ ۱۱۔ امام ابن سعد: 225
- ❁ ۱۲۔ امام ابو زرعہ: 225
- ❁ ۱۳۔ امام یعقوب بن شبیبہ: 225
- ❁ ۱۴۔ حافظ عجمی: 226
- ❁ ۱۵۔ حافظ دارقطنی: 226
- ❁ ۱۶۔ حافظ علائی رحمہ اللہ: 226
- ❁ ۱۷۔ حافظ برہان الدین حلبی: 227
- ❁ ۱۸۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ: 227
- ❁ ۱۹۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ: 227

- 228..... ۲۰۔ شیخ الشریف حاتم العونی: ❀
- 229..... ۲۱۔ محدث البانی رحمہ اللہ: ❀
- 229..... ۲۲۔ دکتور خالد الدریس: ❀
- 230..... ۲۳۔ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین راشدی: ❀
- 230..... ۲۴۔ سید محبت اللہ راشدی: ❀
- 231..... ۲۵۔ دکتور عواد الخلف: ❀
- 231..... ۲۶۔ دکتور ابو بکر الکافی: ❀
- 231..... ۲۷۔ شیخ ربیع بن ہادی المدغلی: ❀
- 231..... ۲۸۔ علامہ محمود سعید ممدوح: ❀
- 231..... ۲۹۔ شیخ ابو عبیدہ: ❀
- 231..... ۳۰۔ ابو الحسن مصطفیٰ بن اسماعیل السلیمانی: ❀
- 231..... ۳۱۔ دکتور محمد بن طلعت: ❀
- 231..... ۳۲۔ شیخ صالح بن سعید عومار الجزازی: ❀
- 232..... ۳۳۔ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن السعد: ❀
- 232..... ۳۴۔ دکتور ناصر بن حمد الفہید: ❀
- 232..... ۳۵۔ دکتور مسفر بن غرم اللہ دینی: ❀
- 232..... ۳۶۔ دکتور زیاد محمد منصور: ❀
- 232..... ۳۷۔ دکتور صلاح الدین علی عبد الموجد: ❀
- 232..... ۳۸۔ دکتور علی بن عبد اللہ الصیاح: ❀

- ۳۹۔ شیخ ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللطیف: 232
- ۴۰۔ شیخ حماد انصاری: 232
- ۴۱۔ دکتور عبد اللہ بن محمد حسن دمفو: 232
- ۴۲۔ شیخ عدنان علی النضر: 233
- ۴۳۔ شیخ ابراہیم بن عبد اللہ اللاحم: 233
- ۴۴۔ دکتور حمزہ احمد الزین: 233
- ۴۵۔ اُستاذ گرامی ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ: 233
- ۴۶۔ شیخ ماہر یسین فحل: 233
- ۴۷۔ شیخ ابواسحاق الحوینی: 233
- ۴۸۔ شیخ ابواسحاق الدمیاطی: 233
- چوتھی دلیل: ثقات سے تدلیس کی تاثیر: 234
- پانچویں دلیل: طویل رفاقت کی تاثیر: 235
- پہلی مثال اور ابن جریج کی تدلیس: 236
- دوسری مثال: 237
- تیسری مثال: 238
- عبید بن عمیر کی وفات: 239
- چھٹی دلیل: مخصوص اساتذہ سے تدلیس: 241
- خلاصہ: 242

- 244..... تیسرا مقالہ: محدثین اور مسئلہ تدلیس ❀
- 245..... برصغیر کے چیدہ چیدہ محدثین کی آرا ❀
- 245..... صاحب تحفۃ الاحوذی: ❀
- 245..... تیسرا طبقہ: ❀
- 247..... چوتھے طبقے کے مدلسین: ❀
- 248..... پانچواں طبقہ: ❀
- 248..... ایک اشکال کا ازالہ: ❀
- 250..... محدث مبارکپوری کے کلام سے عجیب استدلال: ❀
- 251..... محدث العصر محمد گوندلوی: ❀
- 252..... سید محبت اللہ شاہ راشدی: ❀
- 254..... شیخ ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ: ❀
- 255..... قلیل التدلیس کے عنعنہ کا دفاع: ❀
- 256..... استاذ گرامی کے موقف کی غلط ترجمانی: ❀
- 257..... قنادہ: ❀
- 257..... اعمش: ❀
- 258..... ابوالزبیر: ❀
- 258..... محمد بن عجلان: ❀
- 258..... نخعی کا اثر ضعیف نہیں: ❀
- 260..... تنبیہ: ❀

- 260..... سید بدیع الدین راشدی: ❀
- 260..... مولانا عبدالرؤف: ❀
- 261..... متخصصین کی آرا: ❀
- 263..... ”عن“ کا قائل کون؟ ❀
- 265..... الحکم للأكثر: ❀
- 266..... صراحۃ سماع کا کثیر التذلیس سے مطالبہ: ❀
- 266..... ۱۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ: ❀
- 266..... ۲۔ امام مسلم رحمہ اللہ: ❀
- 266..... ۳۔ امام احمد رحمہ اللہ: ❀
- 267..... ۴۔ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ: ❀
- 267..... ۵۔ امام ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ: ❀
- 267..... ۶۔ امام ابو داود رحمہ اللہ: ❀
- 267..... ۷۔ امام ابن سعد رحمہ اللہ: ❀
- 267..... ۸۔ امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ: ❀
- 268..... ابن عیینہ: ❀
- 268..... پہلا جواب: ثقات سے تذلیس کا حکم: ❀
- 270..... دوسرا جواب: ابن عیینہ کا عنعنہ بالاتفاق مقبول ہے: ❀
- 273..... ابن عیینہ کی ایک مععن روایت: ❀
- 275..... امام زہری: ❀
- 276..... حافظ ابن حجر کا موقف محل نظر ہے: ❀

- 276..... دوسرا جواب: ❀
- 277..... تیسرا جواب: ❀
- 278..... چوتھا جواب: ❀
- 279..... زہری کی ایک معنعن روایت: ❀
- 279..... مصححین حدیث: ❀
- 281..... دوسری معنعن روایت: ❀
- 283..... دوسرا باب: ❀
- 283..... امام ابن معین رحمہ اللہ کے قول پر اعتراض کا جواب: ❀
- 284..... متدلیلین علماء: ❀
- 284..... امام ابن مدینی رحمہ اللہ کے قول پر اعتراضات: ❀
- 285..... جمہور قلت و کثرت کے قائل ہیں: ❀
- 286..... دوسرے اعتراض کا جواب: ❀
- 286..... متقدمین سے صراحتیں: ❀
- 287..... قلیل التذلیس کی صراحت: ❀
- 288..... کثیر التذلیس کی صراحت: ❀
- 290..... دوسری صورت: ❀
- 291..... مفہوم مخالف پر بے جا اعتراض: ❀
- 295..... شوافع ہی طبقاتی تقسیم کے بانی ہیں: ❀
- 296..... مولانا سرفراز اور طبقاتی تقسیم: ❀

- 297..... علامہ محمود سعید مدوح: ❀
- 298..... مسلمانوں کا اتفاق: ❀
- 298..... اختلافی مسائل کی کتب میں اصول کی پاسداری: ❀
- 299..... امام احمد رحمہ اللہ کا موقف: ❀
- 299..... 'تصریح' کی عجیب منطق: ❀
- 299..... یہ ہے تصریح! ❀
- 302..... امام احمد رحمہ اللہ کے قول سے مستدللین علماء: ❀
- 303..... امام بخاری رحمہ اللہ قلت تدلیس کے قائل ہیں: ❀
- 303..... امام مسلم رحمہ اللہ کا قول فیصل: ❀
- 304..... امام مسلم رحمہ اللہ کے قول سے استدلال کرنے والے علما: ❀
- 305..... پانچ حوالے معتبر ہیں: ❀
- 306..... کتاب الرسالۃ کے متعلقین: ❀
- 307..... تیسرا گروہ: مقدمہ ابن الصلاح کے متعلقہ: ❀
- 309..... دوسرا جواب: ❀
- 309..... امام نووی رحمہ اللہ: ❀
- 311..... امام ابن الملقن رحمہ اللہ: ❀
- 312..... تیسرا جواب: ❀
- 312..... حافظ سخاوی رحمہ اللہ کی غلط ترجمانی: ❀
- 313..... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ناقص ترجمانی: ❀

- 314..... ❁ امیر یمانی رحمۃ اللہ علیہ طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں:
- 314..... ❁ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بے جا اعتراض:
- 316..... ❁ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مؤیدین:
- 318..... ❁ خلاصہ
- 320..... ❁ تدلیس کی قلت اور کثرت کا اعتبار:
- 322..... ❁ چوتھا مقالہ: زیادة الثقة اور وإذا قرأ فأنصتوا کا حکم
- 322..... ❁ اصطلاحی تعریف:
- 323..... ❁ زیادة الثقة کے حکم کا خلاصہ:
- 324..... ❁ زیادت میں قرآن کا اعتبار ہوگا:
- 327..... ❁ قرآن:
- 329..... ❁ محترم زیر صاحب کے ہاں شاذ:
- 330..... ❁ ایک عجیب اصول: صدوق کی زیادت
- 333..... ❁ حصہ دوم: صحیح مسلم
- 333..... ❁ صحیح مسلم کی احادیث کی ترتیب:
- 335..... ❁ متابعات اور شواہد میں معلول روایات اور امام مسلم کی توضیح:
- 336..... ❁ پہلی مثال: زیادة الثقة کا رد:
- 337..... ❁ دوسری مثال: ادراج کی توضیح:
- 338..... ❁ تیسری مثال: تصحیف کی نشان دہی:
- 339..... ❁ صحیح مسلم میں معلول روایات اور محدثین کی وضاحت

دوسرا مقالہ:

التحقيق والتنقيح في مسألة التدليس

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء وخاتم المرسلين، وعلى آله وصحبه، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

علم اصول حدیث کے ذریعے سے محدثین عظام نے چودہ صدیوں پہلے نبی کریم ﷺ کی طرف ہر منسوب بات کی غلطی و صحت کو جانچنے کے لیے ایسے بہترین اصول وضع کیے، جو نہایت مستحکم ہیں، کسی بھی قول کے مستند ہونے کے لیے راویوں کا سلسلہٴ اسناد متصل ہونا از بس ضروری ہے اور یہ اتصال سند کسی حدیث کے صحیح ہونے کی پہلی شرط ہے، سند میں یہ انقطاع اگر ظاہری ہو یعنی کسی مرحلہ پر راویوں کا سلسلہ منقطع ہو تو اس کو عام علما بھی جان سکتے ہیں، تاہم بعض راویان حدیث سند کے مخفی عیب کو دانستہ یا نادانستہ طور پر چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے اس طرزِ عمل کو مصطلح الحدیث میں تدلیس سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کی متعدد اقسام کی بنا پر اس کا حکم بھی مختلف ہے۔

مگر بعض حضرات جبلِ علم امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو اساس قرار دے کر سبھی مدلسین کی مرویات سے مساوی سلوک کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جس راوی نے بھی زندگی میں صرف ایک بار تدلیس کی تو اس کی ہر معنعن روایت ناقابلِ قبول ہوگی۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اسے ”جمہور محدثین“ کا منہج باور کراتے ہیں، جو سرتاسر حقیقت کے منافی ہے۔

چند ضروری اور تمہیدی باتیں عرض کرنے کے بعد ہم جمہور محدثین کے اصل موقف کی راہنمائی کریں گے۔ ان شاء اللہ

تدلیس کے لغوی معنی:

تدلیس کے لغوی معنی پوشیدگی اور پردہ پوشی کے ہیں۔ اسی سے الدّلس (دال اور لام کے زبر کے ساتھ) ہے۔ جس کا مطلب ہے: ”اختلاط النور بالظلمة“، یعنی اندھیرے اور اجالے کا سنگم۔ دَلَّسَ البائعُ کے معنی: بائع کا خریدار سے سودے کے عیب کو چھپانا، ہیں۔ مزید تفصیل الصحاح للجوهري: (۲/ ۹۲۷)، لسان العرب لابن منظور (۷/ ۳۸۹)، تاج العروس للزبیدی (۴/ ۱۵۳) میں ملاحظہ فرمائیں۔

اصطلاحی تعریف:

اگر راوی اپنے ایسے استاذ جس سے اس کا سماع یا معاشرت ثابت ہے، وہ روایت ”عَنْ، اَنَّ، قَالَ، حَدَّثَ“ وغیرہ الفاظ سے بیان کرے، جسے اس نے اپنے استاد کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے سُنی ہے، اور سامعین کو خیال ہو کہ اس نے یہ اپنے استاد سے سنی ہوگی۔ اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔

(معرفة أنواع علم الحديث لابن الصلاح، ص: ۶۶)

تدلیس کے متعدد محرکات ہیں۔ جن میں سے اکثر قابلِ مذمت ہیں، ان کی تفصیل ملاحظہ ہو:

محرکات تدلیس:

① سند سے ضعیف راوی گرا کر سند کو عمدہ باور کرانا۔

② مدلس کے استاد کا ضعیف ہونا۔

- ③ عالی سند بنانے کے لیے راویان کی تعداد کم کرنا۔
- ④ مروی عنہ (جس سے روایت کی جائے) کو حقیر سمجھنا۔
- ⑤ تدلیس سے محبت کرنا۔
- ⑥ کسی شیخ سے بکثرت روایات کی بنا پر اس کے نام، کنیت کو مختلف انداز سے ذکر کرنا۔
- ⑦ بکثرت اساتذہ کا تاثر دینا۔
- ⑧ مدلس کے شیخ کا ضعیف راویوں سے روایت کرنا۔ اس شیخ کی خدمت کے پیش نظر یا اس کی علمی جلالت کی وجہ سے اس کی پردہ پوشی کرنا۔
- ⑨ مدلس کا اپنے شیخ سے سنی اور ان سنی مرویات میں تمیز نہ کر سکرنا۔
- ⑩ مخصوص شیخ کی چند مرویات رہ جانے پر تدلیس کرنا اور یہ باور کرنا کہ میں نے اس کی سبھی مرویات سنی ہیں۔

مگر تدلیس کی بعض صورتیں قابلِ مذمت نہیں ہوتیں۔ مثلاً:

- ① اختصار کے پیش نظر سند مختصر کر دینا یا کچھ راویان گرا دینا۔
- ② راوی اور مروی عنہ کے مابین نزاع کی صورت میں تدلیس کرنا۔ تاکہ تنازع کی وجہ سے ذخیرہ حدیث کا ضیاع نہ ہو۔
- ③ عالی سند کو محفوظ کرنا، اگرچہ اس میں بہ نسبت نازل سند کے کم ثقافت ہو۔
- ④ بطور امتحان تدلیس کرنا۔

اس مقام پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ تدلیس بسا اوقات جان بوجھ کر نہیں کی جاتی، جیسے بعض کبار تابعین اپنی تقریروں، خطبوں، دروس یا مجالس مذاکرہ میں احادیث بیان کرتے اور اختصار کے پیش نظر سند سے ایک یا دو راوی، جو عموماً ثقہ ہوتے، گرا دیتے تھے۔ اور سننے والے اسی طرح بیان کر دیتے تھے، جس سے

یہ شبہ پیدا ہوتا کہ اس راوی نے تدلیس کی ہے، حالانکہ وہ مجلس حدیث میں حدیث کی مکمل سند بیان کرتے تھے۔

کبار تابعین کے طبقہ میں ارادتاً تدلیس کی شرح انتہائی قلیل تھی، مگر متاخر طبقات میں یہ نسبت بڑھ گئی۔

تدلیس کی مرکزی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: تدلیس الاسناد:

اس کی دو تعریفیں ہیں:

① راوی کا اپنے استاد سے ایسی احادیث بیان کرنا، جو اس نے اس استاد کے علاوہ کسی اور سے سنی ہیں۔

② راوی کا اپنے ایسے معاصر سے روایت کرنا، جس سے اس کی ملاقات ثابت نہیں ہوتی اور ایسے صیغوں سے بیان کرنا، جس سے یہ شبہ پیدا ہو کہ راوی نے مروی عنہ سے اس حدیث کی سماعت کی ہے۔

پہلی صورت کی تفصیل یہ ہے کہ راوی نے اپنے کسی شیخ سے چند احادیث بالمشافہ سماعت کی ہوتی ہیں، مگر اس کے ہاں کچھ ایسی بھی احادیث ہوتی ہیں، جنہیں اس شیخ سے بالمشافہ سماعت نہیں کی ہوتیں، بلکہ اس راوی سے سنی ہوتی ہیں، جس نے مدلس کے شیخ سے سنی ہوتی ہیں، وہ اس واسطہ کو گرا کر اپنے شیخ سے براہ راست ایسے صیغوں سے بیان کرتا ہے، جو صراحئاً اتصال پر دلالت کرتے ہیں اور نہ صراحئاً عدم الاتصال پر، مگر عرف عام میں وہ سماع پر محمول کیے جاتے ہیں۔

اس صورت کے تدلیس ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

دوسری کی توضیح یہ ہے کہ راوی اپنے ایسے معاصر، جس سے اس نے کچھ سنا

نہیں ہوتا اور بسا اوقات اس کی مروی عنہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں ہوتی، سے ایسے ہی صیغوں سے بیان کرتا ہے، جن میں سماع اور عدم سماع دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

اگر یہ مدلسین کوئی ایسا صیغہ استعمال کریں، جو تحدیث یا سماع پر دلالت کرے اور اس میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہ ہو تو وہ صیغہ جھوٹ ہوگا۔ جس کا مرتکب متروک درجے کا راوی ہوگا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور ان کے مابعد محدثین نے تدلیس الاسناد کی اس دوسری صورت کو ارسال خفی قرار دیتے ہوئے تدلیس سے خارج قرار دیا ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر: ۲/ ۶۱۴، ۶۲۲-۶۲۴)

مگر معلوم ہوتا ہے کہ ارسال خفی بھی تدلیس کی ذیلی قسم ہے۔ مستقل قسم نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرما رہے ہیں۔

ارسال خفی کا تدلیس میں دخول:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے قبل حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ (معرفة أنواع علم الحديث: ۶۶، المطبوع باسم: مقدمة ابن الصلاح)، امام نووی رحمہ اللہ (إرشاد طلاب الحقائق: ۱/ ۲۰۵-۲۰۶)، حافظ عراقی رحمہ اللہ (التبصرة والتذكرة: ۱/ ۱۸۰)، امام ابوالحسن علی بن عبد اللہ الاردبیلی التبریزی رحمہ اللہ ۷۴۶ھ (الكافی فی علوم الحديث، ص: ۳۸۴)، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (اختصار علوم الحديث، ص: ۵۳، مع شرحه: الباعث الحثيث) وغیرہ نے اس دوسری صورت کو بھی تدلیس قرار دیا ہے۔

یہی موقف امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام ابوداؤد، امام عباس

بن عبد العظیم العنبری البغدادی ۲۴۰ھ، امام خلف بن سالم، امام ابو زرہ الرازی، امام ابو حاتم الرازی، امام العجلی، امام یعقوب بن سفیان الفسوی، امام احمد بن اسماعیل النحاس ۳۳۸ھ، امام ابن حبان، امام ابن عدی، امام الخلیل اور قاضی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے مترشح ہوتا ہے، محدث الشریف حاتم بن عارف العونی رحمۃ اللہ علیہ نے ان جہابذہ ائمہ کرام کی اصطلاحات اور اقوال ذکر کرنے کے بعد ان کے مدلولات کی بھی نشان دہی کی ہے۔

(المرسل الخفی و علاقته بالتدلیس: ۱/ ۴۳-۷۴)

بلکہ جو ان دونوں (تدلیس اور ارسال خفی) کے مابین تفریق کے قائل ہیں یا ان کے کلام سے اس شبہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے، انتہائی عمدگی سے ان دلائل کا تجزیہ پیش فرمایا ہے۔ (المرسل الخفی: ۱/ ۷۵-۲۱۶)

اس طویل علمی بحث کا خلاصہ آخر میں یوں ذکر کیا کہ ارسال خفی کا اطلاق ہر مخفی انقطاع پر ہوتا ہے، اہل اصطلاح کے ہاں ارسال خفی مستقل مصطلح الحدیث نہیں، بلکہ تدلیس ہی میں داخل ہے، لہذا اسے تدلیس سے خارج قرار دینا درست نہیں۔
تدلیس الاسناد کی اس مختصر سی تفصیل کے بعد اب ہم اس کی ذیلی اقسام کی طرف چلتے ہیں، جس میں تدلیس التسویۃ، تدلیس السکوت، تدلیس القطع، تدلیس العطف اور تدلیس الصغ شامل ہیں۔

۱۔ تدلیس التسویۃ:

مدرس راوی اپنے کسی ایسے ثقہ استاد سے حدیث سنتا ہے، جس نے وہ حدیث ضعیف راوی سے سنی ہوتی ہے، اور وہ ضعیف راوی ثقہ یا صدوق راوی سے اس حدیث کو بیان کرتا ہے۔

مدرس ان دونوں ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی گرا کر ثقہ کو ثقہ

سے ملا دیتا ہے اور سند کو بظاہر عمدہ بنا دیتا ہے، کیونکہ پہلے ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے سماع ثابت ہوتا ہے، یا کم از کم وہ دونوں ہم عصر ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (الكفاية للخطيب البغدادي: ۲/ ۳۹۰)

یہ صورت ہوگی: مدلس راوی ← ثقہ راوی ← ضعیف راوی ← ثقہ راوی۔
حافظ ابن حبان رحمہ اللہ، حافظ ابو زرعہ الدمشقی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایسا فعل صفوان بن صالح ابو عبد الملک الدمشقی اور محمد بن مصفی قرشی حمصی ابو عبد اللہ سے منقول ہے۔ (مقدمة المجروحین لابن حبان: ۱/ ۹۴)

صفوان بن صالح مؤذن مسجد دمشق کو امام ابو حاتم رحمہ اللہ (الجرح والتعديل: ۴/ ۴۲۵) نے صدوق اور امام ابو داود رحمہ اللہ (سؤالات أبي عبيد الآجری: ۲/ ۱۹۲، فقرہ: ۱۵۶۹) نے حجت قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ثقة وكان يدلّس تدليس التسوية قاله أبو زرعة الدمشقي“

(التقريب: ۳۲۴۸)

محمد بن مصفی کو امام ابو حاتم رحمہ اللہ (الجرح والتعديل: ۸/ ۱۰۴) نے ”صدوق“، امام ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال: ۴/ ۴۳) نے ”ثقة صاحب سنة من علماء الحديث“ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التقريب: ۷۰۹۵) نے ”صدوق له أوهام وكان يدلّس“ قرار دیا ہے۔

تدلیس التسویۃ تدلیس کی بدترین قسم ہے۔ محدثین نے تدلیس کی جو شدید مذمت کی ہے، ان اسباب میں سے ایک سبب تدلیس التسویۃ کی صورت بھی ہے۔
۲۔ تدلیس السکوت:

مدلس راوی ”حدثنا“ وغیرہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے اور دل ہی میں اپنے شیخ کا نام لیتا ہے، پھر روایت آگے بیان کرنا شروع کر دیتا ہے، جس سے سامعین

کوشہ ہوتا ہے کہ ”حدثنا“ کا قائل وہی ہے جو مدلس نے باوازِ بلند ذکر کیا ہے۔
ایسا فعل عمر بن عبید الطنافسی سے مروی ہے۔ (النکت لابن حجر: ۲/ ۶۱۷)
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ کتاب میں اسے تدلیس القطع قرار دیا ہے۔

۳۔ تدلیس القطع:

اس میں مدلس راوی صیغہ ادا حذف کر دیتا ہے اور بطورِ مثال الزہری عن
أنس پر اکتفا کرتا ہے۔ (تعریف أهل التقديس لابن حجر، ص: ۱۶)
اس تدلیس کو تدلیس الحذف بھی کہا جاتا ہے۔

۴۔ تدلیس العطف:

جس میں مدلس اپنے دو اساتذہ، جن سے اس کا سماع ثابت ہوتا ہے، سے
روایت بیان کرتا ہے، مگر وہ روایت اس نے صرف پہلے استاد سے سنی ہوتی ہے،
اس لیے اس سے سماع کی تصریح کر دیتا ہے اور دوسرے استاد کو پہلے استاد پر
عطف کر دیتا ہے۔ اور باور کراتا ہے کہ میں نے یہ روایت ان دونوں اساتذہ سے
سماعت کی ہے۔ جیسے ہشیم بن بشیر نے کہا: ”حدثنا حصین و مغیرہ“ حالانکہ
ہشیم نے اس مجلس میں بیان کردہ ایک حرف بھی مغیرہ سے نہیں سنا۔

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص: ۱۰۵ و جزء في علوم الحديث لأبي عمرو
الداني، ص: ۳۸۲-۳۸۳، رقم: ۹۴۔ بهجة المنتفع)

۵۔ تدلیس الصیغ:

مدلس راوی اپنے شیخ سے روایت کرنے میں ایسے صیغ ادا استعمال کرتا ہے،
جس کے لیے وہ اصطلاحات وضع نہیں کی گئیں۔ مثلاً غیر مسموع روایت پر
”حدثنا“ کا اطلاق کرنا، جیسے فطر بن خلیفہ کا طرزِ عمل تھا۔

(الضعفاء الكبير للعقيلي: ۳/ ۴۶۵ و فتح المغیث للسخاوي: ۱/ ۲۱۱-۲۱۲)

اسی طرح اجازۃ بدون سماع والی روایت کو ”أخبرنا“ سے بیان کرنا، جیسے امام ابو نعیم رحمہ اللہ اور دیگر اندلسیوں کا طریقہ کار تھا۔ (سیر أعلام النبلاء للذهبي: ۱۷ / ۴۶۰)

اسی طرح وجادۃ پر ”حدثنا“ کا اطلاق کرنا، جیسے اسحاق بن راشد کا رویہ تھا۔

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص: ۱۱۰)

یہ بات بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ علامہ الشریف حاتم نے المرسل الخفی (۱/

۵۳۰-۵۳۱) میں ایسے آٹھ مدلسین ذکر کیے ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

وہ صیغوں میں تاویل کرتے ہیں، یہ رواۃ ان کے علاوہ ہیں جو اجازۃ یا وجادۃ پر حدثایا

أخبرنا کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور شرح الموقظة للذہبی میں نویں مدلس: المسیب بن

رافع کا بھی اضافہ کیا ہے۔ (شرح موقظة الذهبي للعوني، ص: ۱۵۴)

دوسری قسم: تدلیس الشیوخ:

مدلس راوی نے جس استاذ سے حدیث سنی ہوتی ہے، اس کا ایسا وصف بیان

کرتا ہے، جس سے اس کی شخصیت مجہول ہو جاتی ہے یا پھر سامعین کی توجہ اسی نام

کے کسی دوسرے شیخ کی طرف مائل ہو جاتی ہے، مثلاً وہ اس کا غیر معروف نام،

کنیت، قبیلہ یا پیشے کی طرف نسبت کر دیتا ہے۔

تدلیس کی اس نوع میں صیغ ادا میں تدلیس نہیں ہوتی اور نہ سند سے کسی

راوی کا اسقاط ہوتا ہے۔ محض شیخ کا نام وغیرہ تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ بنا بریں ایسی

تدلیس میں مدلس کا عنعنہ اور صراحت سماع دونوں یکساں ہیں۔

معرفة أنواع علم الحديث لابن الصلاح (ص: ۶۶) و إرشاد طلاب الحقائق

للنووي (۲۰۷/۱-۲۰۸)

تدلیس الشیوخ کی ذیلی قسم تدلیس البلدان ہے۔

تدلیس البلدان:

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ اس کی توضیح میں فرماتے ہیں:

”بغداد میں ایک طالب حدیث داخل ہوا، وہ شیخ کو لے جا کر رقبہ میں بٹھاتا ہے، یعنی اس باغ میں جو دریائے دجلہ کے دونوں کنارے چلا گیا ہے، اور شیخ کو حدیث سناتا ہے، پھر اپنے حدیث کے مجموعے میں یوں لکھتا ہے کہ مجھ سے رقبہ میں فلاں فلاں شیخ نے حدیث بیان فرمائی۔ اس سے وہ لوگوں کو وہم میں ڈالتا ہے کہ رقبہ سے وہ شہر مراد ہے، جو ملک شام کی طرف ہے، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس محدث نے طلب حدیث میں دور دراز کے سفر کیے ہیں۔“

(تلبیس إبلیس لابن الجوزي، ص: ۱۱۳)

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی رقمطراز ہیں:

”کوئی مصری شخص کہے: مجھے فلاں آدمی نے اندلس میں حدیث بیان کی اور وہ اندلس سے مقام قراقرم مراد لے۔“ (النکت لابن حجر: ۲/۶۵۱)

تدلیس کی مرکزی اور ذیلی اقسام کی مختصر تعریف کے بعد تدلیس کی معرفت کے ذرائع پیش خدمت ہیں۔

تدلیس کی معرفت کے ذرائع:

تدلیس کی معرفت کے چھ ذرائع حسب ذیل ہیں:

مدرس خودصراحت فرمادے کہ میں نے تدلیس کی ہے۔

دوسرا ذریعہ:

قوت حافظہ، فہم و فراست اور تخریج و تحقیق الحدیث کی طویل عملی مشق ہے۔

اسی بنا پر تو ناقدین فنِ رواۃ، ان کے احوال، مرویات، اسانید، صحیح اور معلول کی پہچان رکھتے تھے۔ ان اوصاف کی بدولت وہ راوی کی سنی اور ان سنی مرویات اور ان کی کیفیات بھی جان لیتے تھے کہ موصوف (مدلس) نے اپنے استاد سے براہِ راست سماع کیا ہے یا کسی وساطت سے بیان کرتا ہے، وہ ثقہ ہے یا مجروح وغیرہ۔

تیسرا ذریعہ:

بعض راوی اپنے شیخ سے حدیث سنتے ہوئے اس کی مرویات کے سماع کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ بالخصوص جب وہ محسوس کرتے کہ شیخ کسی حدیث کے سماع میں متشکک ہے تو بہ اصرار اس کی توضیح چاہتے یا استاد کے چہرے کے تاثرات اور الفاظ نوٹ کرتے کہ اس نے سماع کی صراحت کی ہے یا محتمل صیغہ سے بیان کیا ہے۔

چوتھا ذریعہ:

اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک حدیث کی دو سندیں مروی ہیں: پہلی سند میں راوی اپنے شیخ، جس سے بعض احادیث سنی ہوتی ہیں، سے محتمل علی السماع صیغہ سے بیان کرتا ہے۔ مگر یہی حدیث اسی راوی سے دوسری سند سے مروی ہوتی ہے، مگر اس کے اور اس کے استاد کے مابین ایک زائد راوی موجود ہوتا ہے۔ بالخصوص جب وہ زائد راوی مجروح ہو۔ واضح نشانی ہے کہ اس نے پہلی سند میں اس زائد راوی کو گرایا اور اپنے شیخ سے سماع کا وسوسہ ڈالا ہے۔

پانچواں ذریعہ:

اہل علم کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ محدث جو حدیث بیان کر رہا ہے اس سے صرف ایک شاگرد احادیث بیان کرتا ہے۔ جب اس راوی کا کوئی ہم عصر اسی

حدیث کو اس کے استاد سے کسی واسطے اور سماع کی صراحت کے بغیر بیان کرتا ہے، تو یہ محدث اپنے ظن غالب کی بنیاد پر سمجھ لیتا ہے کہ اس راوی نے اس روایت کو بیان کرنے میں میرے شاگرد سے تدلیس کی ہے۔

یا پھر دوسری صورت یوں بھی ہے کہ کسی ایک شاگرد نے اپنے شیخ کی سبھی روایات جمع کی ہوتی ہیں، جب کوئی دوسرا راوی اس شیخ سے ایسی حدیث بیان کرتا ہے جسے یہ (جامع) جانتا نہیں تو اس روایت کو وہم کی بنا پر غلط قرار دیا جائے گا یا یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ اس نے یہ روایت ان مجروحین سے سنی ہے، جن کی روایات میں مناکیر کثرت سے ہیں، اور یہ ان سے تدلیس کرتا ہے۔

چھٹا ذریعہ:

تراجم، تواریخ، علل الاحادیث وغیرہ پر مشتمل کتب کی مراجعت سے راویان کی مسوع اور مراسل روایات کی پہچان ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر کسی ماہر فن کا یہ فیصلہ دینا کہ فلاں راوی نے فلاں شیخ سے صرف فلاں فلاں حدیث سنی ہے۔ یا اتنی احادیث سماعت کی ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اسی راوی کی اسی شیخ سے دیگر ایسی احادیث دستیاب ہوں، جنہیں سماع اور عدم سماع پر محتمل صیغے سے بیان کیا گیا ہو تو ہم ان مرویات پر تدلیس کا حکم لگائیں گے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کی توضیح:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① ”جس شخص کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے کہ اس نے صرف ایک ہی دفعہ تدلیس کی ہے تو اس کا باطن اس کی روایت پر ظاہر ہو گیا۔

② اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم مدلس کی حدیث اتنی دیر تک قبول نہیں کرتے،

جتنی دیر تک وہ ”حدثنی“ یا ”سمعت“ نہ کہے (صراحتِ سماع نہ کرے)۔“

(الرسالة للإمام الشافعي، ص: ۳۷۹، ۳۸۰، فقرہ: ۱۰۳۳، ۱۰۳۵)

ان کے مذکورہ بالا کلام کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فرمایا کہ جو راوی صرف ایک ہی بار تدلیس کرے اس کی ہر معنعن روایت قابل رد ہوگی۔ گویا ان کے ہاں راوی کے سماع کے تتبع کے لیے تدلیس کا مکرر ہونا یا اس کی مرویات پر تدلیس کا غالب آنا شرط نہیں، بلکہ تدلیس کا ثبوت ہی کافی ہے۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کی یہی تعبیر کی ہے۔

(شرح علل الترمذی: ۵۸۲/۲ - ۵۸۳)

مدلس کی ایک ہی بار تدلیس کے حوالے سے حافظ المشرق خطیب بغدادی رحمہ اللہ

کا بھی یہی موقف ہے۔ (الكفاية للخطيب البغدادي: ۲/ ۳۸۹ - ۳۹۰ و ۳۸۶)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے کلام کے دوسرے حصہ میں صراحت فرمائی ہے کہ مدلس راوی کی معنعن روایت قابل قبول نہیں ہے۔ یہی موقف متعدد محدثین کا ہے۔ مگر کثیر التدلیس راوی کے بارے میں ہے۔

بعض لوگوں نے حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف بیان کیا ہے۔ بلاشبہ

انھوں نے اسی مسلک کو اپناتے ہوئے صراحت بھی فرمائی ہے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ

اور ہمارے دیگر اساتذہ کا موقف ہے۔ (مقدمة المجروحين لابن حبان: ۱/ ۹۲)

مگر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کا یہ موقف مطلق طور پر نہیں ہے،

کیونکہ ان کے ہاں جو مدلس صرف ثقہ راوی سے تدلیس کرتا ہے، اس کی روایت

سماع کی صراحت کے بغیر بھی قبول کی جائے گی۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”ایسا مدلس جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ ہی

سے تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت عدم صراحتِ سماع کے باوجود قبول کی جائے گی۔ دنیا میں صرف سفیان بن عیینہ ایسے ہیں، جو ثقہ متقن سے تدلیس کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ کی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے، جس میں وہ تدلیس کریں اور اسی حدیث میں ان کے اپنے جیسے ثقہ راوی سے سماع کی وضاحت موجود ہوتی ہے۔“

(مقدمة صحيح ابن حبان: ۹۰/۱ - الإحسان)

ان کے اس قول سے اشتباہ ہوتا ہے کہ موصوف کے ہاں جو صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں، وہ صرف ابن عیینہ ہیں!

مگر یہ فہم درست نہیں کیونکہ وہ اپنے ہی جیسے ثقہ متقن راوی سے تدلیس کرتے ہیں۔ عام ثقات سے نہیں۔ اور یہ عمومی قاعدہ ہے۔ اس سے وہ روایات مستثنیٰ ہوں گی، جن میں تدلیس پائی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور حافظ بغدادی رحمہ اللہ کا مذکورۃ الصدر موقف محل نظر ہے، بلکہ جمہور محدثین اور ماہرین فن کے خلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کا جواب:

① حافظ زرکشی کا رد:

حافظ بدر الدین الزرکشی رحمہ اللہ ۷۹۴ھ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہو نص غریب لم يحكمه الجمهور“

”یہ انتہائی غریب دلیل ہے، جمہور کا یہ فیصلہ نہیں۔“

(النکت علی مقدمة ابن الصلاح للزرکشی، ص: ۱۸۸)

② شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد فرماتے ہیں:

”یہ کلام صرف نظریات کی حد تک ہے، بلکہ ممکن ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے خود اس پر عمل نہ کیا ہو۔ اپنی اسی کتاب (الرسالۃ) میں متعدد مقامات پر ابن جریج کی معصن روایت سے احتجاج کیا ہے۔ اس حدیث میں امام شافعی رحمہ اللہ نے ابن جریج کی اپنے شیخ سے صراحتِ سماع ذکر نہیں کی، اسی طرح ابوالزبیر کا معاملہ ہے۔“

(مقدمة منهج المتقدمين في التدليس، ص: ۲۳)

② دوسرے شیخ ناصر بن حمد الفہد رقمطراز ہیں:

”امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کی موافقت ائمہ حدیث نہیں کرتے، جیسا کہ امام احمد، ابن مدینی، ابن معین اور فسوی رحمہم اللہ کا موقف ہے۔ امام شافعی امت کے فقہاء اور علمائے اسلام میں سے ہیں، مگر حدیث کے بارے میں ان کی معرفت ان حفاظ جیسی نہیں ہے... اور اگر ہم امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کا اعتبار کریں تو ہمیں بہت سی ایسی صحیح احادیث بھی رد کرنا ہوں گی، جنہیں کسی نے بھی رد نہیں کیا، یہاں تک (کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی موافقت میں) شوافع نے بھی رد نہیں کیں، بلکہ انھوں نے مدلسین کے مراتب بنائے۔“

(منهج المتقدمين في التدليس، ص: ۱۷۱)

③ شیخ محمد بن طلعت نے ان دونوں شیوخ کی تائید کی ہے۔

(معجم المدلسين للشيخ محمد طلعت، ص: ۲۱۶، ۲۱۷)

⑤ شیخ ابوعبیدہ مشہور بن حسن فرماتے ہیں:

”جس موقف پر ائمہ نقد گامزن رہے وہ یہ تھا کہ انھوں نے مشاہیر کی تدلیس کا تتبع کیا۔ اور انھوں نے مسوع اور تدلیس شدہ روایات میں

امتیاز کیا، پہلی صورت (مسموع) کو قبول کیا، اگرچہ ان (مدلسین) سے سماع کی صراحت نہ تھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی عبارت میں بنیاد ہے۔ مگر تطبیقی اعتبار سے وہ مطلق طور پر اختیار نہیں کی جائے گی۔“

(التعلیق علی الکافی فی علوم الحدیث للأردبیلی، ص: ۳۸۹)

علامہ زرکشی رحمہ اللہ کا تعاقب آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ انھوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کو غریب اور جمہور کے خلاف قرار دیا ہے۔

ہمیں کوئی ایسا مستند عالم دین، جس نے اپنی زندگی تحقیق الحدیث میں صرف کی ہو، نہیں ملا جو امام شافعی کی ہمنوائی کرے۔

جس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف محل نظر ہے۔ جس کے دلائل

درج ذیل ہیں۔

- ① محدثین کے ہاں تدلیس کی سبھی صورتوں کا حکم یکساں نہیں ہے۔
 - ② مدلسین کے مختلف طبقات ہیں۔
 - ③ محدثین کے ہاں تدلیس کی کمی و زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا۔
 - ④ ثقہ اور ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے کا حکم یکساں نہیں ہے۔
 - ⑤ مدلس راوی کسی ایسے شخص سے عنعنہ سے بیان کرے، جس سے اس کی رفاقت معروف ہو تو اس کے عنعنہ کو سماع پر محمول کیا جائے گا۔
 - ⑥ جو مدلس مخصوص اساتذہ سے تدلیس کرے تو اس کی باقی شیوخ سے مععن روایت سماع پر محمول کی جائے گی۔
- اب ان ادلہ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

پہلی دلیل: تدلیس کا حکم:

تدلیس کا حکم لگانے سے قبل یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ تدلیس کی نوعیت کیا ہے؟ اس بنا پر تدلیس اور اس کے حکم کو چار حصوں میں منقسم کیا جائے گا۔

پہلی قسم:

پہلی قسم یہ ہے کہ راوی اپنے استاد سے وہ احادیث بیان کرتا ہے، جو اس نے مروی عنہ (جس سے روایت کر رہا ہے) سے سنی نہیں ہوتیں، جبکہ مطلق طور پر اس کا سماع متحقق ہوتا ہے۔

اس قسم کا حکم یہ ہے کہ مدلس کی ہر حدیث میں اس کے شیخ سے سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی، کیونکہ وہ جس حدیث کو بھی محتمل صیغہ سے بیان کر رہا ہے، اس میں احتمال ہے کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے نہ سنی ہو۔
ملفوظ رہے کہ یہ حکم کثیر التدلیس مدلسین کا ہے۔

دوسری قسم:

راوی اپنے ایسے ہم زمانہ سے حدیث بیان کرے، جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوتی، مگر جس صیغہ سے بیان کرتا ہے، اس سے اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بھی اس کی مسموعات میں سے ہے۔

تدلیس کی اس قسم کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ارسال خفی قرار دیتے ہیں۔

اس قسم کے حکم کے بارے میں علامہ حاتم بن عارف الشریف رقمطراز ہیں:

”میں راوی کا عنعنہ اتنی دیر تک قبول نہیں کرتا، جب تک اس کی

مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہو جاتی، اگرچہ یہ ملاقات یا سماع

حدیث صرف ایک ہی حدیث سے ثابت ہو جائے تو میں اس راوی

کی اس شیخ سے بقیہ احادیث سماع پر محمول کرتا ہوں، کیونکہ اس میں تدلیس کی جو قسم پائی جاتی ہے، وہ ایسے معاصر سے روایت کرنا ہے، جس سے سماع ثابت نہیں، اس لیے اگر ایک ہی حدیث میں سماع ثابت ہو جائے تو اس مخصوص شیخ سے تدلیس کا الزام ختم ہو جائے گا۔“
(شرح موقظة الذہبی للعونی، ص: ۱۲۶)

تیسری قسم:

اس قسم میں تدلیس الشیوخ ہے، جس میں صیغ ادا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ اس کا حکم مدلس راوی کی معرفت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر وہ معلوم ہو جائے اور ہو بھی ثقہ تو اس کی نقل کردہ چیز مقبول ہوگی اور اگر وہ ضعیف ہو تو اس کا نقل کردہ قول بھی لائق التفات نہ ہوگا۔

جو لوگ ہر مدلس کا عنعنہ رد کرتے ہیں، وہ ایسے مدلس کے عنعنہ کو بھی رد کر

دیں گے !!!

چوتھی قسم:

اس میں تدلیس الصیغ (صیغوں میں تدلیس) ہے۔

اس قسم میں بھی تدلیس کی نوع متعین کرنا ہوگی اور اس کے مرتکبین ذہن نشین رکھنے ہوں گے۔

اس تدلیس کی تاثیر تدلیس الاسناد کی تاثیر سے مختلف ہے، کیونکہ تدلیس الاسناد میں راوی کا عنعنہ مسترد ہوتا اور یہاں مقبول ہوتا ہے۔ جو آدمی تحمل حدیث میں روایت بالا جازۃ قبول نہیں کرتا، اس کے ہاں ایسے مدلس کی تصریح سماع قابل رد اور عنعنہ مقبول ہوگا۔

اس تدلیس کے حکم میں ان لوگوں کا رد موجود ہے، جو محض تدلیس سے موصوف ہر شخص کے عنعنہ کو مسترد قرار دیتے ہیں۔

دوسری دلیل: طبقات المدلسین:

امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف دوسری دلیل المدلسین کی طبقاتی تقسیم ہے۔ جو مشعر ہے کہ سبھی المدلسین کی تدلیس یکساں نہیں۔ بنا بریں ان کی مرویات سے بھی جداگانہ سلوک کیا جائے گا۔ موصوف اور صفت کے تفاوت کی وجہ سے دونوں کا حکم بھی متغیر ہوگا۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے تدلیس کی چھ اجناس مقرر کیں۔

(معرفة علوم الحديث للحاکم، ص: ۱۰۳-۱۱۲، نوع: ۲۶)

امام حاکم رحمہ اللہ کی پیروی دو محدثین نے کی، پہلے امام ابو نعیم رحمہ اللہ صاحب المستخرج ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔ (النکت لابن حجر: ۲/۶۲۲) یہاں اس احتمال کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ابو نعیم ہی ابو عمرو الدانی ہوں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے یا نسخ سے ابو عمرو کے بجائے ابو نعیم ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم

دوسرے امام ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی المقرئ ۴۴۴ھ ہیں۔

(جزء في علوم الحديث، ص: ۳۸۱-۳۹۱ مع شرحه القيم: بهجة المتفيع للشيخ مشهور)

قلت اور کثرت تدلیس کی بنا پر سب سے پہلے حافظ علائی رحمہ اللہ نے المدلسین کے پانچ طبقے بنائے۔ (جامع التحصيل للعلائی، ص: ۱۳۰-۱۳۱) علامہ حلبی نے ان کی تائید کی۔ (التبيين)

حافظ علائی کی متابعت میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین پر مشتمل کتاب ”تعريف أهل التقديس“ میں انھیں جمع فرمادیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس طبقاتی تقسیم کو اساس قرار دے کر دکتور مسفر بن غرم اللہ الدینی نے کتاب ”التدلیس فی الحدیث“ لکھی، جو مطبوع اور متداول ہے۔
بلکہ جنھوں نے بھی مسئلہ تدلیس کے بارے میں لکھا، انھوں نے ان پہلوؤں کو فراموش نہیں کیا۔

یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے فلاں راوی کو فلاں طبقے میں ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ اس طبقے کا راوی نہیں، لہذا یہ طبقاتی تقسیم بھی درست نہیں۔

عرض ہے کہ کسی خاص راوی کے طبقے کی تعیین میں اختلاف ہونا ایک علیحدہ بات ہے۔ اس سے مدلسین کی طبقاتی تقسیم پر کوئی زد نہیں پڑتی، بلکہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت میں اپنی کتاب ”تعریف اہل التقدیس“ کے برعکس رواۃ کے طبقات میں تبدیلی کی ہے، جو غمازی ہے کہ یہ معاملہ اجتہادی نوعیت کا ہے۔
مدلسین کی اس طبقاتی تقسیم سے معلوم ہوا کہ بعض مدلسین کی معنعن روایت مقبول ہوتی ہے اور بعض کی رد۔

امام شافعی کے موقف کے خلاف تیسری دلیل یہ ہے کہ محدثین تدلیس کی قلت اور کثرت کا بھی اعتبار کرتے ہیں۔

تیسری دلیل: تدلیس کی کمی و زیادتی کی تاثیر:

مدلسین کی معنعن روایات کا عمومی حکم اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایسی مرویات ضعیف ہوں گی، الا یہ کہ مدلس اپنے شیخ سے سماع کی صراحت کرے یا اس کا کوئی متابع یا شاہد موجود ہو۔

مگر جو راوی قلیل التدلیس ہو، اس کی معنعن روایت مقبول ہوگی، بشرط کہ وہ خود

ثقفہ ہو اور اس روایت میں نکارت نہ پائی جائے۔ اگر نکارت موجود ہو اور اس کا بظاہر کوئی اور سبب نہ ہو تو وہ تدلیس کا شاخسانہ قرار دی جائے گی۔ گویا ثقفہ مدلس راوی کے عنعنہ کو تبھی تدلیس قرار دیا جائے گا، جب اس کی سند یا متن میں نکارت پائی جائے گی۔

تدلیس کی کمی اور زیادتی کے بارے میں عام طور پر ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قلت اور کثرت کے لیے کسوٹی:

غلط فہمی یہ ہے کہ راوی کے قلیل یا کثیر التدلیس ہونے کے لیے کسوٹی مدلسین کا باہمی تقابل ہے۔ جو کبھی کبھار تدلیس کرتا ہے تو وہ قلیل التدلیس ہوگا اور جو کثرت سے تدلیس کرتا ہے تو وہ کثیر التدلیس ہوگا۔ اس مسئلہ میں یہ اساسی غلطی ہے۔

درست موقف یہ ہے کہ کسوٹی راوی کی مرویات اور اس کی مقدار تدلیس ہے، یعنی ایک راوی نے بہت کم روایات بیان کیں، مگر وہ ان میں بھی تدلیس کرتا ہے، تو یہ راوی کثیر التدلیس ہوگا اور جس راوی کی مرویات سے ذخیرہ احادیث معمور ہے اور اس کی تدلیس کا تناسب بھی وہی ہے، جو ابھی کثیر التدلیس کا مذکور ہوا ہے، تو یہ قلیل التدلیس ہوگا۔ اس کے عنعنہ اور قبل ازیں مذکور (کثیر التدلیس) شخص کے عنعنہ میں فرق کیا جائے گا۔

اول الذکر کے عنعنہ کے مقبول ہونے کا دائرہ مضیق ہوگا اور مؤخر الذکر مدلس کے عنعنہ کے مقبول ہونے کا دائرہ وسیع ہوگا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ معرفت بھی ضروری ہے کہ مدلس کے قلیل یا کثیر التدلیس ہونے کی پہچان کیا ہے؟

قلت اور کثرت کی معرفت کے ذرائع:

تدلیس کی کمی اور زیادتی کو جاننے کے دو ذرائع ہیں:

۱۔ پہلا ذریعہ یہ ہے کہ متقدمین ناقدینِ فن میں سے کوئی امام کسی مدلس راوی کو صراحۃً کثیر التذلیس قرار دے یا اس کے عنعنہ کے بارے میں یہ شرط لاگو کر دے کہ اس کی روایت صحت پر تبھی محمول کی جائے گی، جب وہ اپنے شیخ سے سماع کی صراحت کرے گا۔ جیسا کہ محدثین نے محمد بن اسحاق کے عنعنہ کے بارے میں یہ اصول مقرر کیا ہے۔ یہ علامت ہے کہ ایسا مدلس کثیر التذلیس ہے۔

۲۔ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ ناقدینِ فن کے طرزِ عمل کو دیکھا جائے کہ وہ مدلس راوی کی مرویات سے کیسا سلوک برتتے ہیں۔ مثلاً وہ مدلس کی روایت صرف اسی صورت میں قبول کرتے ہیں، جب وہ اپنے شیخ سے سماع کی صراحت کر لے، یہ بھی دلیل ہے کہ فلاں مدلس کثیر التذلیس ہے۔ جو مدلسین ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں داخل نہیں تو وہ قلیل التذلیس مدلسین ہیں۔ یہی فہم ناقدینِ فن کے اقوال سے مترشح ہوتا ہے۔

۱۔ امام ابن معین رحمہ اللہ کا فیصلہ:

امام یعقوب بن شبیبہ رحمہ اللہ ۲۶۲ھ نے امام العلیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ۲۳۳ھ سے تذلیس کی بابت استفسار کیا تو امام ابن معین رحمہ اللہ نے تذلیس کو معیوب اور مکروہ جانا۔ امام ابن شبیبہ رحمہ اللہ نے امام العلیل سے سوال کیا: ”مدلس اپنی روایت میں قابلِ اعتماد ہوتا ہے، یا جب وہ ”حدثنَا“ یا ”أخبرنا“ کہے؟ یعنی اپنے سماع کی صراحت کرے۔“

امام صاحب نے انتہائی لطیف جواب ارشاد فرمایا جو ان کے اس میدان کے شہسوار ہونے پر دلالت کرتا ہے، فرمایا: ”لا یکون حجة فیما دلّس“

”جس روایت میں وہ تدلیس کرے گا، اس میں قابلِ اعتماد نہیں ہوگا۔“

(الكفاية للخطيب البغدادي: ۲/ ۳۸۷۔ إسناده صحيح۔، الكامل لابن عدي: ۱/ ۴۸، التمهيد لابن عبد البر: ۱/ ۱۷-۱۸)

قارئینِ کرام! ذرا غور فرمائیں کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نے مدلس کی روایت کے عدمِ حجت ہونے میں یہ قاعدہ بیان نہیں فرمایا کہ جب وہ روایت عنعنہ سے کرے تو تب وہ حجت نہیں ہوگا، بلکہ فرمایا کہ اس کا عنعنہ مقبول ہے، مگر اس شرط پر کہ اس عنعنہ میں تدلیس مضمر نہ ہو۔ بصورتِ دیگر وہ روایت منکر اور ناقابلِ اعتماد ہوگی۔

امام ابن معین ربیع بن صبیح کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ربما دلس“ (التاریخ لابن معین، فقرة: ۳۳۴۔ الدارمی)

”وہ کبھی کبھار تدلیس کرتا ہے۔“

گویا وہ تدلیس کی کمی و بیشی کے قائل تھے۔ ورنہ ”ربما“ کی صراحت بے معنی ہوگی۔

۲۔ امام ابن المدینی رحمہ اللہ کے ہاں تأثیر:

امام العلل و طیبھا علی بن المدینی رحمہ اللہ امام ابن شیبہ رحمہ اللہ کے استفسار پر فرماتے ہیں:

”إذا كان الغالب عليه التدليس فلا حتى يقول: حدثنا“

”جب تدلیس اس پر غالب آجائے تو تب وہ حجت نہیں ہوگا، یہاں

تک کہ وہ اپنے سماع کی توضیح کرے۔“

(الكفاية للبغدادي: ۲/ ۳۸۷۔ إسناده صحيح۔ التمهيد لابن عبد البر: ۱/ ۱۸)

انھوں نے اس جوابی فقرہ میں دو باتوں کی نشان دہی فرمائی ہے:

اولاً: مدلس روایت حجت نہیں۔

ثانیاً: اس راوی کی جتنی مرویات ہیں، ان کے تناسب سے وہ بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے، یعنی اس کی تدلیس مرویات پر غالب ہے تو اس کی روایت قبول کرنے میں یہ شرط لاگو کی جائے گی کہ وہ اپنے سماع کی صراحت کرے۔
ان کے کلام کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ مقبول ہوگا، الا یہ کہ اس میں تدلیس ہو۔

جیسا کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے امام ابن المدینی رحمہ اللہ کے اس قول کی توضیح میں فرمایا ہے۔ (فتح المغیث للسخاوی: ۱/۲۱۶)

۳۔ حافظ ابن رجب کا موقف:

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول (ہر مدلس کا عنعنہ مردود ہوگا) ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر محدثین نے راوی کی حدیث کے بارے میں تدلیس کے غالب ہونے کا اعتبار کیا ہے، جب تدلیس اس پر غالب آجائے گی تو اس کی حدیث اس وقت قبول کی جائے گی جب وہ صراحت سماع کرے۔ یہ علی بن مدینی رحمہ اللہ کا قول ہے، جسے یعقوب بن شیبہ نے بیان کیا ہے۔“ (شرح علل الترمذی لابن رجب: ۲/۵۸۳)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رجحان بھی امام علی بن مدینی رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف ہے۔

۴۔ امام احمد رحمہ اللہ کا نظریہ:

امام احمد رحمہ اللہ بھی اس مسئلہ میں دیگر ناقدین کے ہم دم ہیں۔ امام ابو داود رحمہ اللہ نے امام احمد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا، جو تدلیس کی وجہ سے

معروف ہے کہ جب وہ ”سمعت“ نہ کہے تو وہ قابلِ اعتماد ہوگا؟

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مجھے نہیں معلوم“

میں نے پوچھا: اعمش کی تدلیس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کے لیے الفاظ کیسے تلاش کیے جائیں گے (ان کی ان مرویات کو کیسے اکٹھا کیا جائے گا، جن میں سماع کی صراحت نہیں!)

امام احمد رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا: ”یہ کام بڑا مشکل ہے۔“

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ”أَيُّ إِنَّكَ تَحْتِجُ بِهِ“ آپ اعمش کی معنعن روایات کو قابلِ اعتماد گردانتے ہیں!

(سؤالات أبی داؤد للإمام أحمد، ص: ۱۹۹، فقرة: ۱۳۸)

گویا امام احمد کا مقصود یہ ہے کہ ایک راوی اپنی مرویات کے تناسب سے بہت کم تدلیس کرتا ہے تو اس کے عنعنہ کو محض اس وجہ سے رد نہیں کیا جائے گا کہ وہ مدلس راوی ہے۔ اگر ایسا کیا گیا تو بہت ساری مقبول احادیث بھی رد کرنا ہوں گی۔ یہ تشدد اور بے موقع سختی کا اظہار ہے۔ ضروری ہے کہ ہم اعمش اور ان جیسے دوسرے مدلسین کی معنعن روایات مطلق طور پر قبول کریں، یہاں تک کہ کسی دلیل سے اس مخصوص حدیث میں تدلیس معلوم ہو جائے، مثلاً صحیح سند کے باوجود متن حدیث میں نکارت آجائے، یا پھر کسی دوسری روایت میں اس شیخ سے عدم سماع کی صراحت کرے وغیرہ تو وہ مخصوص روایت ناقابلِ اعتبار ہوگی۔

مزید برآں امام احمد رحمہ اللہ کے قول ”میں نہیں جانتا“ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سبھی مدلسین سے یکساں سلوک نہیں کیا جائے گا۔ سائل خواہش مند تھے کہ امام احمد رحمہ اللہ اس حوالے سے کوئی کلمی قاعدہ بیان فرما دیں، مگر انھوں نے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بتلایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ کثیر التذلیس راوی کے عنعنہ کے بارے میں توقف بھی کرتے ہیں اور ان کے ہاں اس حوالے سے کوئی کلی قاعدہ موجود نہیں ہے۔ وہ اعمش کا عنعنہ رد نہیں کر رہے، جو مشہور بالتذلیس ہیں، تو اس کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ وہ قلیل التذلیس راوی کے عنعنہ کو بالاولیٰ سماع پر محمول کرتے ہیں۔ گویا یہ وہی منہج ہے، جو امام ابن معین رحمہ اللہ، امام ابن المدینی رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔

۵۔ امام بخاری رحمہ اللہ قلتِ تذلیس کے قائل ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ سفیان ثوری کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”ولا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن سلمة بن كهيل ولا عن منصور وذكر مشايخ كثيرة، ولا أعرف لسفيان عن هؤلاء تدليساً ما أقل تدليسه“

(علل الترمذی: ۲/ ۹۶۶، التمهيد لابن عبد البر: ۱/ ۳۵، جامع التحصيل للعلاني، ص: ۱۳۰، النكت لابن حجر: ۲/ ۶۳۱)

امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ تذلیس کی کمی اور زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ انھوں نے یہ نہیں فرمایا کہ سفیان ثوری جن اساتذہ سے تذلیس نہیں کرتے، ان سے معتن روایت بھی بیان نہیں کرتے۔ بلکہ یہ فرمایا:

”سفیان ثوری کی ان شیوخ سے تذلیس میں نہیں جانتا۔“

اور یہ بھی انتہائی بعید ہے کہ ثوری کی ان شیوخ سے سبھی مرویات جو امام بخاری رحمہ اللہ تک پہنچی ہیں، وہ سماع یا تحدیث کی صراحت کے ساتھ ہوں، بلکہ ان سے معتن روایات کا موجود ہونا ایک مسئلہ حقیقت ہے۔ مگر اس کے باوجود انھوں نے جن احادیث کا تتبع کیا ہے، وہ ایسی ہیں جن میں تذلیس موجود ہو۔ ایسی نہیں جن میں سماع اور تذلیس دونوں کا احتمال ہو۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ انھوں نے ثوری کی ان شیوخ سے روایات میں اصل اتصالِ سند کو رکھا ہے، تا آنکہ کسی روایت میں صراحۃً تدلیس ثابت ہو جائے؟ یا پھر ان روایات میں اصل انقطاع ہے، یہاں تک کہ ہر ہر حدیث میں سماع یا تحدیث کی صراحت موجود ہو؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے امام ثوری کی ان سے معنعن روایات کو سماع پر محمول کیا ہے، تا آنکہ کسی قرینے سے معلوم ہو جائے کہ یہ روایت مدلس ہے، جیسا کہ دیگر ماہرینِ فن کا اسلوب ہے۔

ثانیاً: چونکہ سفیان ثوری کو امام بخاری سے قبل متعدد محدثین نے مدلس قرار دیا ہے، جن میں امام یحییٰ بن سعید القطان بھی شامل ہیں۔

(التاریخ لابن معین: ۳/ ۳۷۴، فقرہ: ۱۸۲۲۔ روایۃ الدوری، العلل و معرفة الرجال للإمام أحمد: ۱/ ۲۴۲، فقرہ: ۳۱۸)

جس کی بنا پر امام بخاری جانتے تھے کہ ثوری مدلس ہیں۔ اب سوال یہ تھا کہ ان کی تدلیس کی ماہیت کیا ہے؟ جس کے پیشِ نظر انھوں نے ثوری کی سبھی روایات کا استقرا کیا اور پھر یہ نتیجہ نکالا کہ ثوری قلیل التدلیس ہیں، لہذا ان کا عنعنہ سماع پر محمول کرتے ہوئے قبول کیا جائے گا۔ مدلس روایت اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ اگر وہ انھیں کثیر التدلیس سمجھتے تو بحث کا کیا فائدہ؟ کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے کہ کثیر التدلیس کا عنعنہ موجبِ ضعف ہے۔

ثالثاً: امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام ثوری ان نامزد اور دیگر متعدد شیوخ سے بھی تدلیس نہیں کرتے۔ یہ نکتہ اختلاف کے وقت ترجیح دینے میں، راویان کے طبقات کی معرفت میں اور ان شیوخ سے سفیان اور دیگر راویان کی روایت کے موازنے میں مدد ثابت ہو سکتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد امام مسلم رحمہ اللہ کا قول اس مسئلہ میں دلیلِ قطعی ہے۔

۶۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی صراحت اور منہج محدثین:

امام مسلم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”إنما كان تفقد من تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم إذا كان الراوي ممن عرف بالتدليس في الحديث وشهر به، فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته، ويتفقدون ذلك منه؛ كي تنزاع عنهم علة التدليس“

”محدثین نے جن راویوں کا اپنے شیوخ سے سماع کا تتبع کیا ہے، وہ ایسے راوی ہیں، جو حدیث میں تدلیس کی وجہ سے شہرت یافتہ ہیں۔ وہ اس وقت ان کی روایات میں صراحت سماع تلاش کرتے ہیں، تاکہ ان سے تدلیس کی علت دور ہو سکے۔“

(مقدمہ صحیح مسلم، ص: ۲۲، طبع مکتبہ دار السلام)

امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ قول اس بارے میں نص صریح ہے کہ صراحت سماع ان راویوں کی تلاش کی جائے گی، جو بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں اور ان کی شہرت کی وجہ ان کا مدلس ہونا ہے۔ گویا قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ مقبول ہوگا، ماسوائے مدلس (تدلیس والی) روایت کے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ موقف محدثین کا بتلایا ہے۔ فدیبر!

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

”اس قول میں احتمال ہے کہ امام صاحب کا مقصود یہ ہے کہ اس راوی کی حدیث میں تدلیس کی کثرت ہو۔“

یہ بھی احتمال ہے کہ امام صاحب اس قول سے مراد تدلیس کا ثبوت اور صحت لے رہے ہوں۔ اس صورت میں امام مسلم رحمہ اللہ کا قول امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مترادف ہوگا۔“ (شرح علل الترمذی لابن رجب: ۵۸۳/۲)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے اس قول کے حوالے سے عرض ہے کہ ان کا ذکر کردہ پہلا احتمال امام مسلم رحمہ اللہ کے منہج کے عین مطابق ہے، کیونکہ تدلیس کی بنا پر راوی اسی وقت مشہور ہوگا، جب وہ کثرت سے کرے گا۔ رہا ایک حدیث میں تدلیس کرنا یا ایک ہی بار تدلیس کرنا تو اس سے تدلیس میں شہرت نہیں مل سکتی۔ ان متقدمین کے علاوہ متعدد متأخرین بھی تدلیس کی کمی اور زیادتی کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام حاکم، امام ابو نعیم، امام ابو عمرو والدانی، حافظ علائی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ کے حوالے سے ہم ”دوسری دلیل: طبقاتی تقسیم“ کے تحت عرض کر چکے ہیں۔

۷۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ:

انھوں نے عکرمہ بن عمار کے بارے میں فرمایا:
 ”وہ بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔“ (الجرح والتعديل: ۱۱/۷)
 سوید بن سعید کی بابت فرمایا:
 ”بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں۔“ (الجرح والتعديل: ۲۴۰/۴)

۸۔ امام ابو داؤد:

انھوں نے محمد بن عیسیٰ الطباع کے بارے میں فرمایا:
 ”وہ بسا اوقات تدلیس بھی کرتے تھے۔“

(سؤالات الآجری: ۲/۲۴۶، فقہ: ۱۷۳۷)

مبارک بن فضالہ کے بارے میں کہا:

”وہ شدید التذلیس ہے۔“ (سؤالات الآجری: ۱/۳۹۰)

۹۔ امام یحییٰ بن سعید القطان:

”میں مبارک بن فضالہ سے کوئی چیز قبول نہیں کرتا، سوائے اس کے

جس میں وہ کہے: حدثنا۔“ (الجعدیات: ۳۲۷۵)

۱۰۔ امام عبد الرحمن بن مہدی:

”مبارک بن فضالہ تذلیس کرتے ہیں۔ ہم ان کی وہی روایت لکھتے ہیں،

جس میں وہ کہتے ہیں: سمعت الحسن۔“ (الجعدیات: ۳۲۷۱)

۱۱۔ امام ابن سعد:

”حمید الطویل بسا اوقات انس بن مالک سے تذلیس کرتے ہیں۔“

(الطبقات الکبریٰ: ۷/۲۵۲)

مبارک کے بارے میں کہا:

”وہ بہ کثرت تذلیس کرتا ہے۔“ (الطبقات: ۷/۳۱۳)

۱۲۔ امام ابو زرعة:

”مبارک انتہائی زیادہ تذلیس کرتا ہے، جب وہ کہے: حدثنا، تب وہ

ثقة (معمد علیہ) ہے۔“ (الجرح والتعديل: ۸/۳۳۹)

زکریا بن ابی زائدہ کے بارے میں کہا:

”وہ شععی سے بہ کثرت تذلیس کرتے ہیں۔“ (الجرح والتعديل: ۳/۵۹۴)

۱۳۔ امام یعقوب بن شیبہ:

انھوں نے محمد بن حازم کے بارے میں کہا:

”وہ بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔“

(سیر أعلام النبلاء: ۷۶/۹، تاریخ بغداد: ۵/۲۴۹)

۱۴۔ حافظ عجلی:

اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”وہ بسا اوقات شععی سے ارسال (تدلیس) کرتے ہیں۔“

(معرفة الثقات والضعفاء للعجلی: ۱/۲۲۵، تاریخ الثقات، ص: ۶۴)

۱۵۔ حافظ دارقطنی:

”ابن جریج کی تدلیس سے محتاط رہا جائے، کیونکہ وہ خطرناک تدلیس

کرتے ہیں۔“ (سؤالات الحاکم للدارقطنی، ص: ۱۷۴)

یحییٰ بن ابی کثیر کے بارے میں فرمایا:

”وہ بہ کثرت تدلیس کرتا ہے۔“ (التتبع، ص: ۱۲۶)

ان ائمہ کے اقوال کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ائمہ نقد کے ہاں تدلیس کی قلت اور کثرت کا اعتبار کیا جاتا تھا۔ ورنہ انھیں یہ صراحت کرنے کی ضروری ہی کیا تھی کہ فلاں قلیل اور فلاں راوی کثیر التدلیس ہے۔ وہ محض یہ کہہ دیتے کہ فلاں مدلس ہے اور بس۔

جس طرح راویان کی ثقاہت اور ضعف کے درجات ہیں، اسی طرح تدلیس کے بھی مراتب ہیں۔

۱۶۔ حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ:

مدلسین کے طبقات مقرر کرنے والے سب سے پہلے حافظ علائی ہیں، وہ رقمطراز ہیں:

”پھر اس کے بعد جان لیا جائے کہ سبھی مدلسین ایک مرتبہ میں نہیں کہ ان

میں سے ہر ایک کے عنعنہ میں توقف کیا جائے، اگرچہ وہ سماع کی صراحت نہ کرے، بلکہ ان کے مختلف طبقات ہیں۔“

(جامع التحصیل للعلائی، ص: ۱۲۹)

پھر مدلسین کے پانچ طبقات ذکر کیے ہیں، جنہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اساس قرار دیا ہے۔

۱۷۔ حافظ برہان الدین حلبی:

حافظ حلبی رحمہ اللہ نے بھی حافظ علائی کی تائید کی ہے۔

(مقدمہ التبيين في أسماء المدلسين)

۱۸۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ:

موصوف بھی تدلیس کی کمی اور زیادتی کا اعتبار کرتے ہیں، جس کی تائید ان کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم بھی کرتی ہے۔

بلکہ انھوں نے مقدمہ کتاب طبقات المدلسین اور النکت علی کتاب ابن الصلاح (۲/ ۶۳۶-۶۴۴) میں اس کی صراحت بھی فرمائی ہے۔

بعض لوگ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس طبقاتی تقسیم پر خاصے ناراض ہیں، حالانکہ یہ تقسیم انھوں نے حافظ علائی رحمہ اللہ کی کتاب جامع التحصیل سے اخذ کی ہے، اس لیے انھیں حافظ علائی رحمہ اللہ کو بھی تنقید کا نشانہ بنانا چاہیے۔

۱۹۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ:

حافظ سخاوی رحمہ اللہ امام ابن مدینی رحمہ اللہ کے قول کے تناظر میں فرماتے ہیں:

”إن كان وقوع التدليس منه نادراً قبلت عنعنته ونحوها

وإلا فلا“ (فتح المغیث للسخاوی: ۱/ ۲۱۶)

”اگر راوی سے تدلیس کا وقوع بہت کم ہو تو اس کا عنعنہ وغیرہ (قال،

حدث) قبول کیا جائے گا، بصورت دیگر نہیں۔“

بعد ازاں حافظ سخاوی نے مدلسین کے پانچ طبقات کی تائید کی ہے۔

۲۰۔ شیخ الشریف حاتم العونی:

موصوف کا مصطلح الحدیث میں علمی رسوخ ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس پر ان کی متعدد کتب بخوبی دلالت کرتی ہیں۔

تدلیس، ارسال خفی اور حسن بصری کی مرویات کے حوالے سے ان کی کتاب ”المرسل الخفی و علاقته بالتدلیس“ انتہائی معروف ہے۔ اسی طرح معاصرین کی مععن حدیث کے بارے میں ان کی کتاب ”إجماع المحدثین علی عدم اشتراط العلم بالسماع فی الحدیث المعنعن بین المتعاصرین“ بھی شہرہ آفاق ہے۔

مزید دونوں کتب غمازی ہیں کہ موصوف کا تدلیس، مدلسین، غیر مدلسین اور ان کے عنعنات کے بارے میں قابل قدر دراستہ ہے۔

موصوف کے ہاں بھی تدلیس کی قلت اور کثرت کا اعتبار کیا جائے گا۔

(المرسل الخفی للعونی: ۱/ ۴۹۰-۴۹۲)

مزید لکھتے ہیں:

”محدثین ہر مدلس، جس سے تدلیس کی کوئی صورت صادر ہوتی ہے، کا عنعنہ رد نہیں کرتے۔ باوجود کہ وہ توسع سے کام لیتے ہوئے اسے مدلس قرار دیتے ہیں۔

جبکہ حقیقی مدلس وہ ہوتا ہے جس کے عنعنہ پر تدلیس غالب ہو، ایسا راوی استحقاق رکھتا ہے کہ اس کے عنعنہ کو رد کیا جائے۔

رہا وہ شخص جس کی تدلیس تھوڑی یا انتہائی نادر ہو تو اس کے عنعنہ کو رد نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ اسے مدلس بھی قرار دیا ہو۔
سندِ معنعن کی قبولیت میں ایسے مدلس کا نہ پایا جانا مشروط ہے جو کثیر التدلیس ہو اور یہی حقیقی مدلس ہے۔

خواہ وہ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) اور ان کے مابعد کی اصطلاح کے مطابق) تدلیس ہو یا ارسالِ خفی، دونوں صورتوں میں قلیل التدلیس راوی کے عنعنہ کا حکم یکساں ہے۔ یہ تدلیس اس کے باقی عنعنات میں اثر انداز نہ ہوگی۔ کیونکہ حکم کا مدار اغللیت پر ہوتا ہے، شذوذ پر نہیں۔ اس (قلتِ تدلیس) کی وجہ سے اسے حقیقی مدلس قرار نہیں دیا جاسکتا، جس کا عنعنہ مردود ہو۔“

(إجماع المحدثین للشریف حاتم، ص: ۱۵۵)

۲۱۔ محدث البانی رحمہ اللہ:

www.KitaboSunnat.com

موصوف فرماتے ہیں:

”محدثین نے مدلسین کے طبقات بنائے ہیں، بعض ایسے ہیں جن کی تدلیس کو برداشت کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ قلیل التدلیس ہیں، ان کا عنعنہ قبول کیا جائے گا۔۔۔“ النصیحة للألبانی (ص: ۲۷-۲۸)

۲۲۔ دکتور خالد الدریس:

دکتور صاحب فرماتے ہیں:

”کثیر اور قلیل التدلیس کے مابین فرق کا ثمرہ یہ ہے کہ قلیل التدلیس کا عنعنہ اتصال پر محمول کیا جائے گا، الا یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے اسی حدیث میں تدلیس کی ہے تو اس وقت اس سے احتجاج نہیں کیا جائے

گایہ (تدلیس شدہ روایت ناقابل قبول ہے) احتراز متفق علیہ ہے۔
 رہا کثیر التدلیس تو اس کا عنعنہ قبول نہیں کیا جائے گا، الا یہ کہ وہ اپنے
 سماع کی صراحت کرے۔“ الحدیث الحسن (۱/ ۴۷۳)
 نیز فرمایا:

”جمہور متاخرین کے ہاں مدلس کے عنعنہ کو قبول کرنے کا معمول ہے،
 ہاں اگر وہ نادر التدلیس ہو یا وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرنے والا ہو۔“
 الحدیث الحسن (۵/ ۲۱۴۴)

نیز درج ذیل علماء کے نزدیک بھی تدلیس کی قلت و کثرت کا اعتبار کرنا
 ضروری ہے۔

۲۳۔ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین راشدی:

”جزء منظوم فی أسماء المدلسین“ جو ”الفتح المبین فی تحقیق
 طبقات المدلسین للشیخ زبیر علی زئی“ کے ذیل میں (ص: ۸۸)
 مطبوع ہے۔

۲۴۔ سید محبت اللہ راشدی:

ان کا مضمون ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں شائع ہوا، جواب مقالات
 راشدیہ میں شامل ہے۔ جس میں انھوں نے مسئلہ تدلیس میں قابل قدر ڈاکٹر
 ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب اور لائقِ تکریم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر رحمہ اللہ کے موقف
 کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ ہو: مقالات راشدیہ ① ”بحالت قیام جوتا پہننے کی
 ممانعت کی احادیث کی تحقیق“ (ص: ۲۹۷) اور ② ”تسکین القلب المشوش
 بإعطاء التحقيق في تدليس الثوري والأعمش“ (ص: ۳۰۴) پہلا مقالہ
 دامانوی رحمہ اللہ کی تردید میں ہے، جبکہ دوسرا محترم زبیر رحمہ اللہ کے جواب میں ہے۔

۲۵۔ دکتور عواد الخلف:

روایات المدلسین فی صحیح البخاری (۱۰، ۲۶)، روایات المدلسین فی صحیح مسلم (۱۸، ۶۸)

۲۶۔ دکتور ابوبکر الکافی:

منہج الإمام البخاری فی تصحیح الأحادیث و تعلیلها: (ص: ۲۰۷)

۲۷۔ شیخ ربیع بن ہادی المدخلی:

الرد المفحم علی من اعتدی علی صحیح مسلم (ص: ۳۸)

۲۸۔ علامہ محمود سعید ممدوح:

تنبیہ المسلم إلى تعدی الألبانی علی صحیح مسلم (ص: ۶۱، ۴۷، ۴۹)

۲۹۔ شیخ ابو عبیدہ:

مشہور حسن کارہنجان بھی اسی جانب ہے۔ بہجۃ المنتفع (۳۸۰، ۳۸۵)

۳۰۔ ابوالحسن مصطفیٰ بن اسماعیل السلیمانی:

إتحاف النبیل بأجوبة أسئلة علوم الحديث والعلل والجرح والتعديل (۱/ ۱۰۳، ۲۱۲) تحقیق: أبی إسحاق دمیاطی.

۳۱۔ دکتور محمد بن طلعت:

معجم المدلسین (ص: ۳۷-۴۰)

۳۲۔ شیخ صالح بن سعید عومار الجزائری:

التدلیس وأحكامه (ص: ۱۴۸-۱۵۰)

۳۳۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد:

تقديم: منهج المتقدمين في التدليس (ص: ۲۲)

۳۴۔ دكتور ناصر بن حمد الفهد:

منهج المتقدمين في التدليس.

۳۵۔ دكتور مسفر بن غرم اللہ دینی:

التدليس في الحديث (ص: ۱۴۳)

۳۶۔ دكتور زيا محمد منصور:

محقق: سوالات أبي داود للإمام أحمد (ص: ۱۹۹)

۳۷۔ دكتور صلاح الدين علي عبدالموجود:

امام سفیان بن عیینة (ص: ۱۹۳-۱۹۴، اردو طبع، مکتبہ دار السلام)

۳۸۔ دكتور علی بن عبداللہ الصیاح:

الموسوعة عن الإمام يعقوب بن شيبه (۱/ ۲۰۰-۲۰۴)

۳۹۔ شیخ ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللطيف:

الانتصار لمذهب الأئمة الأخيار (ص: ۲۷۷-۲۷۸)

۴۰۔ شیخ حماد انصاری:

إتحاف ذوي الرسوخ.

۴۱۔ دكتور عبد اللہ بن محمد حسن ومفو:

مرويات الزهري المعلة (۳/ ۱۳۰۷)

۴۲۔ شیخ عدنان علی النخضر:

الموازنة (ص: ۳۳۲)

۴۳۔ شیخ ابراہیم بن عبد اللہ اللہ:

الاتصال والانقطاع (ص: ۳۲۰)

۴۴۔ دکتور حمزہ احمد الزین:

حدیث أبي الزبير عن جابر في صحيح مسلم (ص: ۲۸۵)

ضمن: أحاديث الشيوخ الكبار)

۴۵۔ اُستاذ گرامی ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ:

توضیح الکلام وغیرہ۔

۴۶۔ شیخ ماہر یسین فحل:

الجامع في العلل والفوائد (۱/ ۱۲۳، ۵/ ۲۹۱)

۴۷۔ شیخ ابواسحاق الحوينی:

نثر النبال (۳/ ۱۷۰۶، ۱۷۰۷)

۴۸۔ شیخ ابواسحاق الدمیاطی:

محقق اتحاف النبیل (۱/ ۱۰۳)

قارئینِ کرام! ان علمائے کرام کے اقوال سے معلوم ہو چکا ہے کہ تدلیس کا حکم لگانے سے قبل یہ تعین ضروری ہے کہ وہ قلیل ہے یا کثیر التدلیس؟ اول الذکر کی معتنع روایت مقبول ہوگی، مؤخر الذکر کی روایت کی صحت کے لیے سماع کو

تلاش کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف چوتھی دلیل ملاحظہ ہو:

چوتھی دلیل: ثقات سے تدلیس کی تأثیر:

محدثین کے ہاں جس طرح تدلیس کی کمی اور زیادتی کی بنا پر معین روایت کا حکم بدل جاتا ہے، اسی طرح ثقہ یا ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرنے کی وجہ سے حکم مختلف ہو جاتا ہے۔

جو مدلسین صرف ثقہ راویان سے تدلیس کریں تو ان کا عنعنہ مقبول ہوگا۔

۱۔ یہی موقف حافظ ابو الفتح الأزدی رحمہ اللہ۔ (الكفاية للخطيب البغدادي: ۲/

۳۸۶، ۳۸۷، رقم: ۱۱۶۵، النکت للزرکشی، ص: ۱۸۹، النکت

لابن حجر: ۲/۶۲۴، فتح المغیث للسخاوی: ۱/۲۱۵)

۲۔ حافظ ابو علی الحسین بن علی بن زید الکرایمی رحمہ اللہ ۲۳۸ھ۔ (شرح علل

الترمذی لابن رجب: ۲/۵۸۳)

۳۔ حافظ بزار رحمہ اللہ۔ (النکت علی مقدمة ابن الصلاح للزرکشی، ص:

۱۸۴، فتح المغیث للعراقی، ص: ۸۰، ۸۱، النکت لابن حجر: ۲/

۶۲۴، فتح المغیث للسخاوی: ۱/۲۱۵، تدریب الراوی للسیوطی:

(۲۲۹/۱)

۴۔ ابو بکر الصیرفی رحمہ اللہ نے الدلائل والأعلام میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(النکت للزرکشی، ص: ۱۸۴، فتح المغیث للعراقی، ص: ۸۱،

النکت لابن حجر: ۲/۶۲۴) وغیرہ

۵۔ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ۔ (التمهید: ۱/۱۷)

- ۶۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ۔ (مقدمة إكمال المعلم بفوائد مسلم، ص: ۳۴۹)
- ۷۔ حافظ علائی رحمہ اللہ۔ (جامع التحصيل، ص: ۱۱۵)
- ۸۔ امام ذہبی رحمہ اللہ۔ (الموقظة، ص: ۱۳۲ مع شرحه: للشيخ الشريف حاتم العوني)
- ۹۔ شیخ الشریف حاتم بن عارف العونی۔ (المرسل الخفي وعلاقته بالتدليس: ۴۹۲/۱)
- ۱۰۔ شیخ صالح بن سعید الجزازی۔ التدليس وأحكامه وآثاره النقدية، ص: ۱۱۳، ۱۵۰) تلك عشرة كاملة! ولدينا مزيد!

پانچویں دلیل: طویل رفاقت کی تائید:

جو مدلس راوی کسی استاد کے ساتھ اتنا طویل زمانہ گزارے جس میں وہ اس کی تقریباً سبھی مرویات سماعت کر لے۔ اگر کچھ رہ بھی جائیں تو وہ انتہائی تھوڑی مقدار میں ہوں۔

ایسے مدلس کی ایسے شیخ سے تدلیس انتہائی نادر بلکہ کالمعدوم ہوتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں تدلیس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور اس کے عنعنہ کو سماع پر محمول کیا جاتا ہے، الا یہ کہ کسی خاص روایت میں تدلیس ثابت ہو جائے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے مدلسین کی پانچویں جنس میں انھیں مدلسین کا تذکرہ کیا ہے۔ (معرفة علوم الحديث، ص: ۱۰۸-۱۰۹)

ہمارے مذکورہ بالا دعویٰ کی دلیل امام حمیدی رحمہ اللہ، جو امام بخاری رحمہ اللہ کے معروف استاد ہیں، کا قول ہے۔

چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں:

”اگر کوئی آدمی کسی شیخ کی مصاحبت اور اس سے سماع میں معروف ہو، جیسے: ① ابن جریج عن عطاء۔ ② ہشام بن عروہ عن أبيه۔

③ اور عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر ہیں۔ جو ان جیسے ثقہ ہوں اور اکثر روایات میں اپنے شیخ سے سماع غالب ہو تو کوئی ایسی حدیث مل جائے جس میں اس نے اپنے اور اپنے شیخ کے مابین کسی غیر معروف راوی کو داخل کیا ہو یا پہلے سے موجود ایسے راوی کو گرایا ہو تو اس مخصوص حدیث، جو اس نے اپنے استاد سے نہیں سنی، کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے گا۔ یہ تدلیس اس حدیث کے علاوہ دیگر احادیث میں نقصان دہ نہ ہوگی، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ موصوف نے اس میں بھی تدلیس کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر یہ مقطوع کی مانند ہوگی۔“

(الكفایة للخطیب البغدادی: ۲ / ۴۰۹، برقم: ۱۱۹۰، -إسناده صحيح- باب في قول الراوي حدثت عن فلان)

امام حمیدی رحمہ اللہ کے قول کا مدلول واضح ہے۔ البتہ ان کی پیش کردہ تین مثالوں پر تبصرہ ناگزیر ہے۔

پہلی مثال اور ابن جریج کی تدلیس:

امام حمیدی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ پہلی مثال (ابن جریج عن عطاء) کی توضیح یہ ہے کہ عطاء بن ابی رباح سے ان کی روایت سماع پر محمول کی جائے گی۔

(التاریخ الكبير لابن أبي خيثمة، ص: ۱۵۷، تحت رقم: ۳۰۸)

بلکہ عطاء سے روایت کرنے میں یہ اثبیت الناس ہیں۔

(التاریخ ليحيى بن معين: ۳ / ۱۰۱، فقرة: ۴۱۷ -رواية الدوري-، دیکھیے: معرفة الرجال لابن معين: برقم: ۵۵۴، ۱۴۴۷ -رواية ابن محرز)

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن ابی رباح سے روایت کرنے میں عمرو بن دینار کو ابن جریج پر مقدم کیا ہے۔ جیسا کہ ان کے بیٹے امام عبداللہ رحمہ اللہ (العلل و معرفة الرجال:

۲ / ۴۹۶، (فقرة: ۳۲۷۲) اور شاگرد امام میمونؒ (العلل و معرفة الرجال، ص: ۲۵۰، فقرة: ۵۰۵) اور صاحب السنن امام ابو داودؒ (سؤالات أبي داود للإمام أحمد، ص: ۲۲۹، فقرة: ۲۱۴) وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

گویا امام احمدؒ کے ہاں عمرو بن دینار اور ابن جریج دونوں ہی عطاء بن ابی رباح کے انحصار شاگرد ہیں۔

اس کے پس منظر میں خود ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء کے ساتھ سترہ برس کا طویل عرصہ گزارا۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر: ۶ / ۴۰۴)

التاریخ الكبير لابن أبي خيثمة (ص: ۱۵۲ تحت رقم: ۲۹۸) میں ابن جریج کا قول مذکور ہے کہ میں نے حضرت عطاء کی بائیں جانب بیٹھ کر بیس برس تک زانوئے تلمذتہ کیا۔

حالانکہ ابن جریج زبردست مدلس ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے انھیں مدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔ (طبقات المدلسین، ص: ۵۵-۵۶، الفتح المبين)

ان کے بارے میں محدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں: (معجم المدلسین للشيخ محمد طلعت، ص: ۳۱۱-۳۲۰) بهجة المنتفع للشيخ أبي عبيدة، ص: ۴۱۶-۴۲۰)

مگر اس کے باوجود امام حمیدیؒ ابن جریج عن عطاء کو سماع پر محمول کر رہے ہیں، جو ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

دوسری مثال:

امام حمیدیؒ نے دوسری مثال ”ہشام بن عروہ عن أبيه“ کی بیان کی ہے۔ ہشام کو حافظ ابن حجرؒ نے مدلسین کے پہلے طبقے میں شمار کیا ہے۔ یعنی جن

کی تدلیس نادر ہوتی ہے۔ (طبقات المدلسین لابن حجر، ص: ۳۰، ترجمہ: ۳۰)
 مگر راجح قول میں وہ مدلس نہیں ہیں۔ (التنکیل للمعلمی: ۱/۵۰۳)
 عدمِ نشاط کی وجہ سے کبھی کبھار اپنے والدِ محترم سے ارسال کرتے تھے۔
 ملاحظہ ہو: ”اسلام اور موسیقی پر اشراق کے اعتراضات کا جائزہ“، از استاذ ارشاد
 الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ (ص: ۲۰-۲۳)
 ”ہشام بن عروہ عن أبيه“ سلسلہ سند انتہائی معروف ہے۔

تیسری مثال:

امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری مثال عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر کی بیان کی ہے۔
 عمرو بن دینار کے جس عمل کو تدلیس قرار دیا گیا ہے، وہ درحقیقت ارسال ہے۔
 (التنکیل للمعلمی: ۲/۱۴۶-۱۴۷)
 مگر امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ اس مثال کی دلالت واضح نہ ہو سکی، کیونکہ
 امام عبید کی وفات کے وقت امام عمرو بن دینار کی عمر بائیس برس تھی۔ ممکن ہے کہ وہ
 آٹھ، دس برس اپنے شیخ کی رفاقت میں رہے ہوں۔ مگر اس کی صراحت نہیں مل
 سکی، تاہم امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ
 ہے کہ امام عمرو بن دینار الہمی اپنے زمانہ میں حرمِ مکی میں بطور استاذ خدمات سر
 انجام دیتے رہے اور بلدِ حرام میں تیس برس کا طویل عرصہ افتا کا فریضہ سرانجام
 دیتے رہے۔ (سیر أعلام النبلاء للذهبي: ۵/۳۰۱)

اس دنیا سے آپ کی رحلت ۱۲۶ھ کو ہوئی۔ الطبقات الکبری لابن سعد
 (۵/۴۸۰)، طبقات الخلیفہ (ص: ۲۸۱)، تاریخ الخلیفہ (ص: ۲۴۰)،
 التاریخ الکبیر لابن أبي خيثمة (ص: ۱۴۲)، تاریخ مولد العلماء و وفیاتہم
 (ص: ۱۲۱)

ابن زبعر کی تصریح کے مطابق آپ نے اپنی زندگی کی اسی بہاریں دیکھیں جبکہ امام سفیان ثوری کی رائے کے مطابق آپ نے اپنی حیات کے اسی برس مکمل نہیں کیے۔ (تاریخ مولد العلماء لابن زبعر: ۱۲۱)

اگر آپ کی وفات ۱۲۶ھ کو تسلیم کی جائے اور عمر اسی برس مانی جائے تو سن پیدائش ۴۶ھ بنتا ہے۔

عبید بن عمیر کی وفات:

عمر کے استاد عبید بن عمیر کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۶۸ھ، ۷۴ھ، ۷۷ھ اور بعض نے ۸۰ھ قرار دی ہے۔ محدثین اور سیرت نگاروں کا اس نکتہ پر اتفاق ہے کہ آپ کا انتقال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے ہوا۔

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے آپ کا سن وفات ۶۸ھ قرار دیا ہے۔

مشاہیر علماء الأمصار (ص: ۸۲، رقم: ۵۹۲) والثقات کلاهما لابن حبان: (۵/ ۱۳۲) ان کی وفات کے حوالے سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا قول ہی ذکر کیا ہے۔ (الإصابة: ۴/ ۱۵۶، برقم: ۶۲۴۳)

عبید بن عمیر کی وفات کے حوالے سے دوسرا قول ۷۴ھ کا ہے۔ جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صیغہ تمریض سے بیان کیا ہے۔ (التقریب: ۴۹۳۲) ممکن ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے پیش نظر سیر أعلام النبلاء (۴/ ۱۵۷) اور تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۵۰، برقم ۲۸) ہو، کیونکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا سن وفات یہی ذکر کیا ہے۔

مگر تاریخ الاسلام (حوادث و وفیات ۶۱-۸۰ھ، ص: ۴۸۰) میں امام

ذہبی رحمہ اللہ نے انھیں ۸۰ھ کے وفیات میں شامل کیا ہے۔

آپ کی وفات کے بارے میں چوتھا قول یہ ہے کہ آپ ۷۷ھ کو فوت ہوئے، علامہ ابن تغری بردی نے آپ کو اسی سال کی وفیات میں شمار کیا ہے۔

(النجوم الزاهرة: ۱/ ۱۹۷)

ان چاروں اقوال میں سے پہلا قول ہی رائج معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت عبید کا انتقال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پہلے ہوا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ۷۳ھ کے اواخر یا ۷۴ھ کے اوائل میں فوت ہوئے۔ (التقريب: ۳۸۶۲)

اس موقع پر حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے ایک اور لطیف سا اشارہ دیا ہے کہ حضرت عبید کی وفات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات کے قریب ہوئی۔

(الثقات لابن حبان: ۵/ ۱۳۲)

محدثین اور اہل سیر کا اتفاق ہے کہ ترجمان القرآن، حبر الامة کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی۔ (معجم الصحابة للبخاري: ۳/ ۴۹۱، معرفة الصحابة لأبي نعیم: ۳/ ۱۷۰۰، ۱۷۰۳، رقم ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، الاستيعاب لابن عبد البر، ۳/ ۶۷، المعجم الكبير للطبراني: ۱۰/ ۲۸۷، رقم: ۱۰۵۶۹، أسد الغابة لابن الأثير: ۳/ ۱۹۵، سير أعلام النبلاء: ۳/ ۳۵۹، تاريخ الإسلام كلاهما للذهبي: حوادث ووفيات ۶۱-۸۰، ص: ۱۶۱)

اس لیے رائج قول کے مطابق حضرت عبید کی وفات ۶۸ھ کو ہوئی یا اس سے تھوڑی سی قبل ہوئی۔ جیسا کہ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عمرو بن دینار کی پیدائش ۴۶ھ کو ہوئی اور عبید بن عمیر ۶۸ھ کو فوت ہوئے۔ اس حساب سے آپ کی وفات کے وقت حضرت عمرو بن دینار بائیس برس کے تھے اور دونوں حرم مکہ کے باشندے تھے۔

شاید اسی بنا پر امام حمیدی رحمہ اللہ نے عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر کی سند کو سماع پر محمول کیا ہے، بلکہ اس صف میں شامل کیا ہے، جو اپنے استاد کی رفاقت میں معروف ہیں۔

مگر یہ استدلال محل نظر ہے، کیونکہ عمر کا یہ حصہ ایسا نہیں، جس میں اس قدر رسوخ پیدا ہو سکے کہ اسے کسی استاد کا خاص شاگرد قرار دیا جاسکے۔ واللہ اعلم بالصواب

بہر حال امام حمیدی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تینوں مثالوں میں سے پہلی مثال ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کہ جو مدلس راوی کسی شیخ کی رفاقت میں معروف ہو تو اس شیخ سے معتن روایت سماع پر محمول کی جائے گی، اگرچہ وہ کثیر التدلیس مدلس ہی کیوں نہ ہو۔

امام شافعی کے موقف کے خلاف چھٹی دلیل یہ ہے۔

چھٹی دلیل: مخصوص اساتذہ سے تدلیس:

کچھ مدلسین مخصوص اساتذہ سے تدلیس کرتے ہیں۔ اس لیے ان مدلسین کی مخصوص اساتذہ سے روایت میں سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی۔ باقی شیوخ سے روایات سماع پر محمول کی جائیں گی۔ اس کی معرفت کے ذرائع دو ہیں:

۱۔ کوئی ناقدین یہ صراحت کر دے کہ یہ راوی صرف فلاں فلاں سے تدلیس کرتا ہے یا یہ کہ فلاں سے تدلیس نہیں کرتا۔

۲۔ محدثین ناقدین کے تعامل کی روشنی میں یہ بات طے کی جائے کہ یہ فلاں سے تدلیس کرتا ہے اور فلاں سے نہیں کرتا۔

تنبیہ ۱: صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات صحیح ہیں۔
 تنبیہ ۲: بعض مدلسین سے ان کے مخصوص شاگردوں کی معنعن روایت سماع پر محمول کی جاتی ہے۔ جس طرح امام شعبہ کی قتادہ بن دعامہ سے۔ شعبہ فرماتے تھے:
 ”کان همّتي من الدنيا شفتى قتادة فإذا قال: سمعت، كتبت
 وإذا قال: قال، تركت“

”دنیا میں مجھے قتادہ کے ہونٹ کافی ہیں، جب وہ سمعت (سماع یا
 تحدیث کی صراحت کرتے) کہتے تو میں لکھ لیتا اور جب وہ قال
 (سماع پر محتمل صیغہ بولتے) کہتے تو میں انھیں چھوڑ دیتا۔“
 (مسند أبي عوانة: ۲/ ۳۸)

خلاصہ:

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں جس راوی نے بھی
 زندگی میں ایک بار تدلیس کی یا کسی حدیث میں تدلیس ثابت ہوگئی تو اس کے
 عنعنہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی۔ یہی
 موقف خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا ہے۔

- مگر یہ موقف ناقدین فن کے موقف کے برعکس ہے۔ اس لیے مرجوح ہے کیونکہ:
- ۱۔ محدثین کے ہاں تدلیس کی متعدد صورتیں ہیں۔ جن کے متعدد احکام ہیں۔
 - ۲۔ مدلسین کی طبقاتی تقسیم اس کی مؤید ہے۔
 - ۳۔ تدلیس کی کمی وزیادتی کا اعتبار ضروری ہے۔
 - ۴۔ ثقہ اور ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے کا حکم یکساں نہیں۔
 - ۵۔ مدلس راوی کسی ایسے شیخ سے عنعنہ سے بیان کرے، جس سے اس کی صحبت معروف ہو تو اسے سماع پر محمول کیا جائے گا۔

- ۶۔ جو مدلس راوی مخصوص اساتذہ سے تدلیس کرے تو اس کی باقی شیوخ سے روایت سماع پر محمول کی جائے گی۔
- ۷۔ اگر کثیر التدلیس مدلس روایت عنعنہ سے بیان کرے تو اس کے سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی۔
- ۸۔ جس مدلس کی روایت میں تدلیس ہوگی تو وہ قطعی طور پر ناقابل قبول ہوگی۔ اس نکتہ پر جمہور محدثین متفق ہیں۔ خواہ وہ مدلس قلیل التدلیس ہو، صرف ثقات یا مخصوص اساتذہ سے تدلیس کرنے والا ہو۔ وغیرہ
- تدلیس کے شک کا ارتقاء صراحت سماع سے ہوگا یا متابع یا شاہد تدلیس کے شبہ کو زائل کر دے گا۔ یہی متقدمین و متاخرین کا منہج ہے۔ جس پر ان کے اقوال اور تعاملات شاہد ہیں۔

تیسرا مقالہ:

محدثین اور مسئلہ تدلیس

احادیث کی پرکھ کے لیے محدثین نے مصطلح الحدیث متعارف کرائی۔ جس میں سلسلہ سند کے متصل اور منقطع ہونے کے قواعد ذکر کیے گئے۔ انقطاع جلی اور انقطاع خفی پر بحث کی گئی۔ انقطاع خفی کا دوسرا نام تدلیس ہے جو نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ راقم الحروف نے بھی اس کی نزاکت کے پیش نظر قلم اٹھایا اور ”التحقیق والتنقیح فی مسئلۃ التدلیس“ رقم کیا۔ جس میں ثابت کیا کہ تدلیس کی کمی و بیشی کی بنا پر روایت کا حکم متغیر ہوتا ہے۔ کثیر التدلیس کی معنعن روایت ضعیف جبکہ قلیل التدلیس کی معنعن حدیث صحیح ہوتی ہے۔ مؤخر الذکر کی وہی روایت لائق التفات نہ ہوگی جس میں فی الواقع تدلیس ہوگی۔ یہی منہج متقدمین اور متاخرین ائمہ حدیث کا ہے۔

بعض فضلاء نے ہمارے موقف کا تعاقب کیا اور اصرار کیا کہ تدلیس الاسناد کے مرتکب کی ہر معنعن حدیث ضعیف ہے۔ چاہے راوی قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔ اس عمومی حکم سے وہی روایت مستثنیٰ ہوگی جس کی معتبر متابعت موجود ہوگی یا صحیح شاہد مذکور ہوگا۔ یہی موقف امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور کا ہے!

آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ہمنواؤں کے موقف میں کتنا وزن ہے۔ ان شاء اللہ!

تدلیس کی قلت و کثرت کی بنا پر محدثین نے مدلسین کی طبقاتی تقسیم کی ہے۔ پانچ طبقات میں سے پہلے دو طبقوں کی معتن روایت صحیح ہوتی ہے۔ تیسرے اور چوتھے طبقے کے مدلسین کا عنعنہ ضعیف ہوتا ہے۔ پانچویں طبقے میں مذکور مدلسین میں ہلکے درجے کا ضعف ہوتا ہے۔ ان کی روایت صراحت سماع کے باوجود مقبول نہیں ہوتی، جب تک ان کی متابعت موجود نہ ہو۔ یہی فہم محدثین کی آرا سے مترشح ہوتا ہے۔

بر صغیر کے چیدہ چیدہ محدثین کی آرا

صاحب تحفۃ الاحوذی:

محدث عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تحقیقی میدان کے ایک نامور شہسوار ہیں۔ ان کی علمی ثراث میں تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی نہایت معروف ہے، جو عرب و عجم میں یکساں مقبول ہے۔ وہ بھی مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں، بلکہ جگہ جگہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

أبکار المنن میں انھوں نے انھیں مدلسین کا عنعنہ مسترد کیا ہے، جنھیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مدلسین کے تیسرے یا اس سے زائد طبقے میں ذکر کیا ہے یا پھر تقریب التہذیب میں انھیں ”کثیر التدلیس“ گردانا ہے۔

تیسرا طبقہ:

① عمرو بن عبداللہ جو ابواسحاق السبعی کی کنیت سے معروف ہیں، کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور بالتدلیس قرار دیا ہے۔ (طبقات المدلسین: ۵۸) محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے عنعنہ پر گرفت کی ہے۔

(أبکار المنن في تنقيد آثار السنن: ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۷۶، ۲۰۷، ۳۴۴، ۳۶۲، ۵۵۱، ۵۵۲)

② قتادہ بن دعامة کو بھی مشہور بالتدلیس قرار دیا ہے۔ (طبقات: ۵۸، ۵۹) مبارکپوری رحمۃ اللہ نے بھی ان کے معنے کا تعاقب کیا ہے۔

(أبکار المنن: ۱۳۸، ۲۰۳، ۲۰۶، ۲۶۸، ۳۶۶، ۴۲۱، ۴۹۹، ۵۵۲)

③ محمد بن شہاب زہری کو تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔ (طبقات: ۶۲) محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ کے پیش نظر بھی یہی تحقیق ہے۔

(أبکار المنن: ۸۶، ۱۲۳، ۱۳۴، ۵۲۴، ۵۵۱)

مگر رائج یہ ہے کہ وہ طبقہ ثانیہ کے ملس ہیں، جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ

④ حمید الطویل: ”کثیر التدلیس عن أنس“

(طبقات: ۵۰، أبکار المنن: ۲۶۱، ۴۲۲، ۴۵۶)

⑤ محمد بن عجلان: (طبقات: ۶۰، أبکار المنن: ۲۱۳، ۳۳۵)

⑥ سعید بن ابی عروبہ کو حافظ صاحب نے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ (طبقات: ۳۹) مگر تقریب میں اس کے برعکس فیصلہ دیتے ہیں:

”کثیر التدلیس و اختلط“ (التقریب: ۲۶۰۸)

”وہ کثیر التدلیس اور مختلط ہیں۔“

محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ نے اسی قول کو اساس قرار دیا ہے، جس کی صراحت

انہوں نے کی ہے۔ (أبکار المنن: ۲۰۵)

اور مختلف مقامات پر ان کی معین روایت مسترد کی ہے۔

(أبکار المنن: ۶۲، ۲۰۵، ۲۰۶، ۴۹۹، ۵۳۹)

④ مطلب بن عبد اللہ کے بارے میں محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

حافظ (ابن حجر رحمۃ اللہ) التقریب میں فرماتے ہیں:

”صدوق کثیر التدلیس والإرسال“ (أبکار المنن: ۲۱۳)

”وہ صدوق، کثیر التذلیس ہے اور بہ کثرت ارسال کرتا ہے۔“

(التقریب: ۷۵۶۰)

اس مدلس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”طبقات المدلسین“ اور ”النکت“ میں ذکر نہیں کیا۔

⑧ سلیمان الأعمش کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں دوسرے طبقے کا راوی قرار دیا ہے۔ (ص: ۴۲، ۴۳) مگر النکت (۲/ ۶۴۰) میں تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے، جبکہ التقریب میں مدلس قرار دیا ہے۔ ممکن ہے محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے پیش نظر النکت ہو یا ان کی تحقیق میں وہ کثیر التذلیس ہوں۔ واللہ اعلم۔ تبھی تو انھوں نے اعمش کی معتنع روایات پر کلام کیا ہے۔ (أبکار المنن: ۱۹۱، ۱۹۲)

(طبقات: ۵۳، أبکار المنن: ۳۲۲)

⑨ عبد اللہ بن ابی نجیح المکی

(طبقات: ۶۵، أبکار المنن: ۱۳۶)

⑩ ہشام بن حسان البصری

(طبقات: ۴۹، أبکار المنن: ۱۴۴، ۱۶۴)

⑪ حبیب بن ابی ثابت

(طبقات: ۶۴، أبکار المنن: ۱۲۳)

⑫ مکحول الشامی

(طبقات: ۶۴، أبکار المنن: ۱۹۴)

⑬ مغیرہ بن مقسم

(طبقات: ۶۶، أبکار المنن: ۳۶۵)

⑭ ہشیم بن بشیر الواسطی

(طبقات: ۵۵، أبکار المنن: ۲۱۳)

⑮ ابن جریج

(طبقات: ۶۱، أبکار المنن: ۱۵۱)

⑯ ابوالزبیر المکی

چوتھے طبقے کے مدلسین:

(طبقات: ۶۹، أبکار المنن: ۴۷۳، ۵۵۳)

① حجاج بن ارطاة

(طبقات: ۷۲، أبکار المنن: ۱۰۹، ۲۰۶، ۲۶۸، ۵۴۱)

② ابن اسحاق

یا نچواں طبقہ:

سعد بن مرزبان (طبقات: ۷۶، أبکار المنن: ۴۱۳)

ایک اشکال کا ازالہ:

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ اشکال جنم لیتا ہے کہ انہوں نے طبقہ ثانیہ میں مذکور مدلسین کی معتن روایات پر تنقید کی ہے اور یہ طبقہ قلیل التدلیس مدلسین کا ہے۔ اگر وہ تدلیس کی قلت و کثرت کا امتیاز کرتے ہیں تو اس طبقے کے مدلسین کا تعاقب چہ معنی دارد!

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اہل علم کے یہاں معروف ہے کہ علامہ شوق نیوی صاحب نے ”بلوغ المرام“ یا ”مشکاة المصابیح“ کے مقابلے میں ”آثار السنن“ لکھی۔ جن کے تعاقب میں محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ”أبکار المنن“ لکھی۔ جو صحیح حدیث حنفی مسلک کے خلاف ہوتی تو صاحب آثار السنن اس کی بیخ کنی میں کمر بستہ ہو جاتے، اس پر مختلف اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہوتا کہ یہ راوی مدلس ہے اور اس کی روایت میں سماع کی صراحت نہیں، لہذا ضعیف ہے۔ مگر کسی دوسرے مقام پر اپنی تائید میں اسی مدلس کی معتن روایت آتی یا پھر اسی طبقے کے راوی کی عنعنہ روایت ہوتی تو وہ بڑی دریا دلی سے اسے مقبول گردانتے۔ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ان کے اسی اسلوب کے پیش نظر انہیں الزامی جوابات دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

① سفیان ثوری (أبکار المنن: ۴۱۳، ۴۳۳، ۴۰۸)

② ابراہیم نخعی (أبکار المنن: ۳۶۷، ۴۳۶)

③ اسماعیل بن ابی خالد (أبکار المنن: ۳۶۷)

④ حماد بن ابی سلیمان (أبکار المنن: ۳۶۸)

⑤ حسن بصری (أبکار المنن: ۳۹۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک یہ طبقہ ثنائیہ (قلیل التذلیس) کے مدلسین ہیں۔ حوالہ جات بالترتیب ملاحظہ ہوں: طبقات المدلسین (۳۵، ۳۷، ۳۳، ۳۳، ۳۹)

حسن بصری کے حوالے سے ملحوظ رہے کہ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین سے ان کا مدلس ہونا ثابت کیا ہے اور ان کی روایت منقطع قرار دی ہے۔ (أبکار: ۱۴۶-۱۴۷)

در حقیقت مبارکپوری رحمہ اللہ نے حسن بصری کی روایت تذلیس کی بنا پر منقطع قرار نہیں دی، بلکہ عدم سماع کی بنا پر انقطاع کا حکم لگایا ہے، جسے ارسالِ خفی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

”یہ اثر منقطع ہونے کی بنا پر ضعیف ہے، کیونکہ حسن بصری نے اہل بدر سے سماع نہیں کیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رحمہ اللہ اور حضرت عبداللہ بن

مسعود رحمہ اللہ دونوں بدری ہیں۔“ (أبکار المنن: ۱۴۶)

قارئین کرام! ہماری گزشتہ معروضات سے عیاں ہو گیا ① کہ مبارکپوری رحمہ اللہ کے ہاں تذلیس کی قلت اور کثرت کی تاثیر میں فرق ہے۔ بنا بریں وہ طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

② وہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔

③ انھوں نے ”أبکار المنن“ میں متعدد مقامات پر طبقات المدلسین سے عبارتیں نقل کی ہیں۔ بلکہ کتاب کے نام کی صراحت بھی کی ہے جو اس کتاب کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

④ امام زہری کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”کثیر التذلیس“ کے زمرہ میں شامل

کیا ہے۔ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ اسی صراط پر گامزن ہیں، حالانکہ دوسرے مقام پر حافظ صاحب نے انھیں ”قلیل التدلیس“ بھی قرار دیا ہے۔ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ اگر حافظ صاحب کی اس رائے پر مطلع ہوتے تو شاید امام زہری کے عنعنہ پر کلام نہ کرتے۔

⑤ مبارکپوری نے طبقہ ثانیہ (قلیل التدلیس) کے مدلسین کی روایات کو ضعیف قرار نہیں دیا، بلکہ سفیان ثوری کی روایت کے تناظر میں اسی طبقے کے دیگر مدلسین کی روایات کو بطور الزام پیش کیا ہے۔

⑥ شارح ترمذی کی نگاہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف مرجوح جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف راجح اور مستحکم ہے۔

⑦ اختلافی مسائل کی کتب میں راسخین فی العلم اس اصول کی پیروی کرتے ہیں۔ اکثر احناف کی طرح مطلب برآری کے لیے علامہ نیوی صاحب جیسے بزرگ اس قاعدہ کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔

محدث مبارکپوری کے کلام سے عجیب استدلال:

ایک صاحب رقمطراز ہیں:

”مولانا عبد الرحمن مبارکپوری نے ابراہیم نخعی (طبقہ ثانیہ) کی عنن والی روایت پر جرح کی اور کہا: اس کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔ حافظ نے انھیں طبقات المدلسین میں سفیان ثوری کے طبقے میں ذکر کیا ہے اور انھوں نے اسے اسود سے عنن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لہذا نیوی کے نزدیک یہ اثر کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ (أبکار المنن، ص: ۴۳۶) اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث علما کے نزدیک بھی یہ طبقاتی تقسیم

قطعی اور ضروری نہیں، بلکہ دلائل کے ساتھ اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔“

دلائل کی بنا پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے اختلاف کی گنجائش ہے۔ نامور علما نے ان کی علمی جلالت تسلیم کرنے کے بعد بھی ان سے اختلاف کیا ہے، بلکہ خود حافظ صاحب کا بھی متعدد راویوں کے بارے میں اجتہاد متغیر ہوا۔ لیکن اس سے یہ مفہوم کشید کرنا کہ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے طبقہ مثنویہ کے مدلس پر تنقید کی ہے۔ لہذا ان کے ہاں سبھی مدلسین کا حکم یکساں ہے، غیر مستحسن ہے، بلکہ ان کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ علامہ نیموی کو الزامی جواب دے رہے ہیں۔ نہ کہ نخعی کی معنعن روایت کو ہدف تنقید ٹھہرا رہے ہیں۔ آپ یہ بھی پڑھ آئے ہیں کہ مبارکپوری رحمہ اللہ اس بابت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قدم بر قدم ہیں۔ اب دوسرے عالم محدث محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا موقف پیش خدمت ہے:

محدث العصر محمد گوندلوی:

امام محمد گوندلوی کی چند تحریریں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ”مدلیس کے متعلق محقق مسلک یہی ہے کہ جس سے مدلیس بہ کثرت ثابت ہو، اگرچہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو، جب تک سند میں ایسا لفظ نہ بولے جس سے سماع کا پتا چلتا ہو، اس وقت تک اس کی سند صحیح نہیں ہوتی۔“

مدلسین کے طبقات:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین میں ان کے پانچ مراتب بیان کیے ہیں۔ ① جس سے بہت کم مدلیس ثابت ہو... ② جس کی مدلیس کو ائمہ حدیث

نے برداشت کیا ہو...“ (خیر الکلام فی وجوب الفاتحة خلف الإمام: ۵)

۲۔ ”اور یہ (حفص بن غیاث) مرتبہ اولیٰ کے مدرس ہیں (طبقات المدلسین ۵: ۵) اور اس طبقہ کی تدلیس کوئی مضرت نہیں۔“ (خیر الکلام: ۲۹۰)

۳۔ ”سفیان دوسرے طبقے کے مدرس ہیں۔ (طبقات المدلسین، ص: ۹) دوسرے طبقے کے مدلسین کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ائمہ حدیث نے ان کی تدلیس برداشت کی ہے۔ اور ان کی حدیث صحیح سمجھی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ امام تھے اور تدلیس کم کرتے تھے۔ جیسے امام ثوری ہیں۔ یا صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے، جیسے ابن عیینہ ہیں (طبقات المدلسین، ص: ۲)۔“ (خیر الکلام: ۲۸۹)

۴۔ ”یہ (اسماعیل بن ابی خالد) دوسرے درجے کا مدرس ہے۔ دیکھو طبقات المدلسین (ص: ۸)، اس طبقہ کی روایتیں صحیح ہوتی ہیں۔ دیکھو طبقات المدلسین (ص: ۲)۔“ (خیر الکلام: ۳۱۴)

ان چاروں اقوال سے معلوم ہوا کہ محدث گوندلوی رحمہ اللہ بھی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں اور اس بابت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے ہمنوا ہیں، بلکہ ان کی طبقاتی تقسیم کو اساس قرار دیتے ہوئے روایات کے صحیح یا تدلیس شدہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

سید محبت اللہ شاہ راشدی:

۱۔ محدث العصر سید محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”ڈاکٹر (ابو جابر عبد اللہ دامانوی) صاحب ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں: ”والمدلس إذا عنعن فلا تكون فيه الحجة“ جو مدلس بھی عنعنہ کرے (عن سے روایت کرے) اس میں حجت نہیں ہوتی۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب کا یہ عموم صحیح نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

طبقات المدلسین میں اور ان سے پیشتر حافظ علائی نے جامع التحصیل میں مدلسین کے مراتب بیان فرمائے ہیں۔ یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب طبقات المدلسین جیسا کہ خود حافظ صاحب نے اپنی اس کتاب کی ابتدا میں تصریح فرمائی ہے، حافظ علائی کی کتاب سے ماخوذ ہے، لہذا اگر ہر محدث کا عنعنہ مسترد ہے تو ان حفاظ کا ان مدلسین کو ان مراتب میں تقسیم کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور ان بزرگوں نے اپنی ان کتب میں بیان فرمادیا ہے کہ ان مراتب میں سے پہلے اور دوسرے مرتبہ کے مدلسین کی مععنہ احادیث ائمہ حدیث نے قبول کی ہیں... بہر حال جب ابو معاویہ الضریہ دوسرے مرتبہ کے مدلسین میں سے ہیں تو ان کا عنعنہ ائمہ حدیث کے طرز عمل کے مطابق مقبول و محتمل ہوگا، نہ کہ مسترد و نامقبول۔“ (مقالات راشدیہ: ۱/ ۲۹۹-۳۰۰)

۲۔ سید صاحب محترم زیر علی زئی رحمہ اللہ کے تعاقب میں رقمطراز ہیں:

”چونکہ یہ (ثوری) طبقات المدلسین، مؤلف، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ میں یہ مرتبہ ثانیہ میں مذکور ہے، لہذا اس کا عنعنہ مقبول ہے۔“

(مقالات راشدیہ: ۱/ ۳۰۵)

۳۔ ”اگر مدلس کی روایات میں تدلیس غالب ہے تو اس صورت میں جب تک ”حدثنا“ وغیرہ کے صیغے نہ کہے، اس کی روایت حجت نہیں۔ یہی مسلک امام علی بن المدینی رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔ امام الحدیث کا میلان بھی اسی جانب ہے۔ حافظ ذہبی، علائی، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اسی پر کار بند تھے۔ اور اسی بنا پر انھوں نے مدلسین کے طبقات کی تقسیم کی ہے اور تدبر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔“ (مقالات: ۱/ ۳۱۶)

قارئینِ عظام! ان کے آخری جملہ پر غور فرمائیں: ”جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔“
 ۴۔ ”آپ (محترم زیر صاحب) نے حافظ علائی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
 وغیرہما جنہوں نے مدلسین کو چند مراتب میں تقسیم فرمایا ہے، ان سب
 کی مساعی جیلہ پر پانی پھیر دیا۔“ (مقالات: ۱/ ۳۱۹، ۳۲۰)
 حاصل یہ کہ سید صاحب بھی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

شیخ ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ:

دیگر محدثین کی طرح استاذ گرامی بھی مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔
 ان کے الفاظ ہیں:

”امام مسلم رحمہ اللہ تو اس مدلس کی معتن روایت پر نقد کرتے ہیں جو
 تدلیس میں معروف و مشہور ہو۔ ان کے الفاظ ہیں: ”إذا كان الراوی
 ممن عرف بالتدلیس فی الحدیث وشہرہ“ (مقدمہ صحیح
 مسلم: ۱/ ۲۳) اسی طرح امام علی بن مدینی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ راوی
 مدلس ہو اور وہ ”حدثنا“ نہ کہے تو کیا وہ حجت ہے؟ انہوں نے فرمایا:
 ”إذا كان الغالب علیہ التدلیس فلا، حتی یقول: حدثنا“
 (الكفاية: ۵۱۶)

”جب اس پر تدلیس غالب ہو تو وہ اس وقت حجت نہیں، الا یہ کہ وہ
 حدثنا کہے۔“

”امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مدلس
 کا عنعنہ حجت نہیں جو کثیر التدلیس ہو اور تدلیس میں مشہور ہو۔ اس
 اعتبار سے بھی مکحول جب تدلیس میں معروف و مشہور نہیں تو اس کا
 عنعنہ مقبول ہے۔“ (توضیح الکلام: ۳۱۴)

قلیل التدلیس کے عنعنہ کا دفاع:

استاذ گرامی رقمطراز ہیں:

”بلاشبہ امام زہری کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس تقسیم میں جس طرح بعض دوسرے راویوں کے متعلق ہمیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے دلائل کی روشنی میں اختلاف ہے، امام زہری کو تیسرے طبقے میں ذکر کرنے پر بھی ہمیں ان سے نہایت ادب سے اختلاف ہے۔ جبکہ وہ طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ”پہلا طبقہ ان مدلسین کا ہے جن سے بہت کم تدلیس ثابت ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جس کی تدلیس کو ایماہ نے محتمل قرار دیا ہے اور الصحيح میں اس کی امامت اور کم تدلیس کرنے کی وجہ سے روایت لی ہے۔“ پہلے اور دوسرے طبقہ کے متعلق جب یہ حکم ہے تو یہ امام زہری پر بھی صادق آتا ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”امام زہری الحافظ الحجة ہیں اور بہت کم تدلیس کرتے ہیں۔“ اور کون نہیں جانتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے الصحيح میں بہ کثرت ان سے روایات لی ہیں۔ لہذا جب یہ دونوں سبب امام زہری میں پائے جاتے ہیں تو انھیں تیسرے طبقے میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

حافظ صلاح الدین کیکل دی جن کی کتاب ”جامع التحصیل“ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات کی یہ تقسیم نقل کی ہے۔ خود انھوں نے امام زہری کو دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور یہ بھی صراحت کی ہے کہ ایماہ نے اس کے عنعنہ کو قبول کیا ہے۔ (جامع التحصیل: ۱۳۰)

اور صفحہ ۱۲۵ پر لکھتے ہیں:

”وقد قبل الأئمة قوله: عن...“

ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام زہری کو مدلسین کے

تیسرے طبقے میں شمار کرنا صحیح نہیں۔“ (توضیح الکلام: ۳۵۸-۳۵۹)

مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”مولانا ارشاد الحق اثری نے ”توضیح الکلام“ (۱/ ۳۸۸-۳۹۰) میں

امام زہری پر تدلیس کے اعتراض کے جوابات دیے ہیں۔“

(القول المتبن، ص: ۱۹)

استاذ گرامی کے موقف کی غلط ترجمانی:

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ استاذ صاحب نے ابوالزبیر، قتادہ، اعمش، ابن

عجلان، اور ابراہیم نخعی کی روایات پر تدلیس کی وجہ سے جرح کی ہے۔

۲۔ نیز انھوں نے یہ بھی لکھا ہے:

”اور یہ طے شدہ اصول ہے کہ مدلس کی مععن روایت قبول نہیں۔“

(توضیح الکلام، ص: ۱۰۳)

۳۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے:

”اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قتادہ مدلس ہے۔ جیسا کہ آئندہ

اس کی تفصیل آ رہی ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مدلس کا مععنہ

موجب ضعف ہے۔ لہذا اس کی سند کو صحیح کہنا محل نظر ہے۔“

(توضیح الکلام، ص: ۱۳۷)

ان تینوں اشکالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

استاذ گرامی کا دوسرا قول اعمش کی تدلیس کے تناظر میں ہے، جبکہ تیسرے

قول میں قنادة کے نام کی صراحت موجود ہے اور وہ دونوں کثیر التدلیس ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قناده:

قناده معروف مدلس ہیں۔ استاذ صاحب نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے ”مدلس معروف“، علامہ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ”هو إمام في التدليس“، علامہ ابن مغلس سے ”هو كثير التدليس“، علامہ ابن الترمکمانی سے ”مشهور بالتدليس“ کے الفاظ قناده کے بارے میں نقل کیے ہیں۔ (توضیح: ۶۹۰)

اس پر مستزاد یہ کہ حافظ ابن حجر، حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر مسفر نے اسے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔

(الطبقات لابن حجر، ص: ۵۸، جامع التحصيل للعلائی: ۱۳۰، التدلیس: ۳۳۰-۳۳۳)

اعمش:

اعمش بھی کثیر التدلیس ہیں۔ گو استاذ گرامی نے توضیح الکلام کے محولہ مقام پر اس کا کثیر التدلیس ہونا بالصراحت ذکر نہیں کیا، مگر اس کے عنعنہ کو ضعیف ضرور قرار دیا ہے۔ جو مشعر ہے کہ وہ کثیر التدلیس ہے یا اس کی یہ مخصوص روایت تدلیس شدہ ہے۔

اکثر علما کے ہاں اعمش کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہے۔ بنا بریں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے النکت (۲/۶۳۰) میں انھیں درجہ ثالثہ کا مدلس گردانا ہے اور ان کا یہی قول رائج ہے۔ انھیں حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔

(جامع التحصيل: ۱۳۰)

مگر بعد ازاں انھیں ”مشہور بالتدلیس، فکثر منه“ قرار دیا ہے۔

(جامع التحصيل: ۲۲۸)

دکتور مسفر نے انھیں تیسرے یا چوتھے طبقے میں ذکر کرنے کی تجویز دی ہے۔

(التدلیس، ص: ۳۰۵)

چوتھے طبقے کے بارے میں محدثین کا اتفاق ہے کہ ایسے مدلسین کی احادیث تبھی مقبول ہوں گی جب وہ سماع کی صراحت کریں۔ جیسا کہ حافظ علائی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

(جامع التحصیل: ۱۳۰، ۱۳۱، مقدمہ طبقات المدلسین: ۱۳)

اب ابوالزیر اور ابن عجلان کی تدلیس کی ماہیت معلوم کیجیے:

ابوالزیر:

ابوالزیر کے بارے میں مولانا اثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”طبقات المدلسین“ (ص: ۱۰۸) میں کہا ہے: مشہور بالتدلیس، ”کہ وہ تدلیس کے ساتھ مشہور ہے۔ یہی الفاظ (مشہور بالتدلیس) حافظ صلاح الدین کیکلدی رحمہ اللہ نے جامع التحصیل، (۱۲۶) علامہ الحلی رحمہ اللہ نے التبیین میں کہے ہیں۔“ (توضیح، ص: ۸۸۹)

محمد بن عجلان:

استاذ صاحب رقمطراز ہیں:

”نیز ابن عجلان مدلس ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین کے طبقہ ثالثہ میں اسے ذکر کیا ہے... یہ روایت معنعن ہے۔ لہذا یہ کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے اور اس سے احتجاج کیوں کر صحیح ہے۔“

(توضیح الکلام، ص: ۷۲۵)

نخعی کا اثر ضعیف نہیں:

استاذ اثری رحمہ اللہ نے طبقہ ثانیہ کے مدلس کی روایت کو ضعیف نہیں کہا، بلکہ

اسے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

”حضرت اسود بن عامر سے ایک اور اثر مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۳۷۶) میں موجود ہے، لیکن اس میں اسماعیل بن ابی خالد ہے جو طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے۔ جیسا کہ ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری ہیں اور ایک اثر مصنف عبدالرزاق (۲/ ۱۳۸) اور ابن ابی شیبہ (۱/ ۳۷۷) میں اسی مفہوم کا منقول ہے۔ مگر سند میں الأعمش مدلس ہے اور ابراہیم بھی اسے معنعن روایت کرتے ہیں۔ ان دونوں طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسود کا یہ اثر صحیح یا حسن ہے۔“ (توضیح الکلام: ۱۰۲۶، ۱۰۲۷)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ استاذ گرامی اسود کے اثر، جسے ابراہیم نخعی معنعن بیان کرتے ہیں، کو دوسندوں کی وجہ سے صحیح یا حسن قرار دے رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر ابراہیم نخعی اور اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ان کے نزدیک مضر نہیں، کیونکہ وہ دونوں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کے مطابق طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں، جو قلیل التدلیس ہیں۔ نخعی اور ابن ابی خالد کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے قبل حافظ علائی رحمہ اللہ نے درجہ دوم کا مدلس قرار دیا ہے۔ (جامع التحصیل: ۱۳۰)

مذکورہ بالا سطور سے معلوم ہوا کہ استاذ صاحب کا مسئلہ تدلیس کی بابت وہی موقف ہے جس کی صراحت ائمہ متقدمین میں سے علی بن مدینی رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے کی ہے۔ ان دونوں کے اقوال سے معلوم ہوا کہ صراحت سماع کثیر التدلیس سے مطلوب ہے۔ قلیل التدلیس کا عنعنہ مقبول ہے، متقدمین اور متاخرین قلت اور کثرت تدلیس کے حکم کے مابین امتیاز کے قائل تھے۔ استاذ صاحب مسلک محدثین کے ترجمان اور امین ہیں۔

تنبیہ:

۱۔ مولانا اثری اگر طبقہ اولیٰ یا ثانیہ کے مدلس کی روایت ضعیف قرار دیں تو اس کے معنی ہوں گے کہ اس راوی نے فی الواقع یہاں تدلیس کی ہے۔ بنا بریں محدثین نے اسے مدلسین میں شمار کیا ہے۔

۲۔ اسی طرح اگر وہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک درجہ ثانیہ کے مدلس کو اس لیے رد کریں کہ وہ ان کی تحقیق میں درجہ ثالثہ کا مدلس ہے تو یہ استدلال درست نہ ہوگا کہ انھوں نے قلیل التدلیس کا اعنہ مسترد کیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے نزدیک درجہ ثالثہ (کثیر التدلیس) کا مدلس ہے۔

سید بدیع الدین راشدی:

شیخ العرب والعجم سید راشدی رحمہ اللہ بھی مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصنیف ”طبقات المدلسین“ کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے مدلسین کے نام ایک نظم میں پروئے ہیں، جس میں طبقات مدلسین کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان کی یہ نظم ”الفتح المبین“ کے ذیل میں مطبوع ہے۔

مولانا عبدالرؤف:

مولانا عبدالرؤف عبدالحنان صاحب رقمطراز ہیں:

”اس کی سند میں زکریا بن ابی زائدہ ہیں، جو مدلس ہیں۔ مگر دارقطنی میں انھوں نے ابوقاسم سے تحدیث کی صراحت کی ہے۔ لہذا اس کی سند صحیح ہے۔ ویسے بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زکریا کو طبقات المدلسین (۴۷) میں دوسرے طبقے کے مدلسین میں شمار کیا ہے۔“

(القول المقبول: ۲/ ۲۸ ط: ۲، ۱۴۱۳ھ)

معلوم ہوا کہ مولانا بھی تدلیس کی قلت و کثرت کی تاثیر کے قائل ہیں۔
ورنہ دوسرے طبقے کی تعیین چہ معنی دارد!
مختصین کی آرا:

ہمارے موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جن اہل علم نے تدلیس کی قلت و کثرت کا امتیاز کیا ہے یا مدلسین کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، انھیں اس فن میں اختصاص حاصل ہے۔ اور انھوں نے اس بابت مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔ بعض نے متعدد صفحات میں اسے بیان کیا ہے۔

- ۱۔ حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع التحصیل فی أحكام المراسیل“ میں مسئلہ تدلیس و ارسال بیان کیا ہے۔ مدلسین کی طبقاتی تقسیم ”من حیث القبول والرد“ کے موجد یہی ہیں۔ اور یہ اس فن کی بنیادی کتاب شمار ہوتی ہے۔
- ۲۔ علامہ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ”التبیین فی أسماء المدلسین“ میں بھی حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقسیم کو درست قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے:

”أنهم ليسوا على حد واحد“

”ان مدلسین کی پوزیشن ایک جیسی نہیں۔“

- ۳۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تعریف أهل التقديس بمراتب الموصوفین بالتدلیس“ شہرہ آفاق ہے۔ جس کا مختصر نام طبقات المدلسین ہے۔ ان کا ماخذ جامع التحصیل ہے۔

- ۴۔ شیخ صالح بن سعید عومار الجزائری نے ”التدلیس وأحكامه، وآثاره النقدية“ لکھی۔ جو ۳۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

- ۵۔ شیخ ناصر بن حمد الفہد کی کتاب ”منہج المتقدمین فی التدلیس“ بھی معروف ہے۔ جس کے مقدمہ کے علاوہ ۲۱۵ صفحات ہیں۔

- ۶۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد نے اس کتاب کا دیباچہ لکھا جو کم و بیش چالیس صفحات کو محیط ہے۔
- ۷۔ شیخ محمد بن طلعت نے ”معجم المدلسین“ کے نام سے ۵۳۹ صفحات پر کتاب لکھی۔
- ۸۔ دکتور مسفر بن غرم اللہ الدینی نے ”التدلیس فی الحدیث، حقیقتہ، وأقسامہ، وأحكامہ، ومراتبہ، والموصوفون بہ“ کے نام سے ۲۸۳ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی۔
- ۹۔ شیخ الشریف حاتم بن عارف العونی نے اس مسئلہ کی بابت دو کتب لکھیں: ”المرسل الخفی وعلاقته بالتدلیس“ چار جلدوں میں مطبوع ہے، کل صفحات ۱۹۶۸ ہیں۔ اتنی ہی مجلدات کی آمد مستقبل میں متوقع ہے۔ ان شاء اللہ۔ ان کی دوسری کتاب ”إجماع المحدثین علی عدم اشتراط العلم بالسماع فی الحدیث المعنعن بین المتعاصرین“ ہے۔ جو ۷۹ صفحات پر مشتمل ہے۔
- ۱۰۔ دکتور عواد الحلف نے دو کتب تصنیف کیں: ”① روایات المدلسین فی صحیح البخاری، جمعہا، تخریجہا، الکلام علیہا“، ”② روایات المدلسین فی صحیح مسلم، جمعہا، تخریجہا، الکلام علیہا؟“ پہلی کتاب ۶۵۲ صفحات جبکہ دوسری ۵۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔
- ۱۱۔ محدث مدینہ شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ہے: ”إتحاف ذوی الرسوخ بمن رمی بالتدلیس من الشیوخ“
- ۱۲۔ دکتور خالد بن منصور نے کتاب لکھی: ”الإيضاح والتبيين بأن أبا الزبير ليس من المدلسين“ (الحدیث الحسن: ۵/ ۲۵۹۷)

اسی طرح ان کی دوسری کتاب مطبوع ہے: ”موقف الامامین من اشتراط اللقيا والسماع في السند المعنعن بين المتعاصرين“ جس کے صفحات کی تعداد (۵۳۵) ہے۔

۱۳۔ شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن نے انتہائی مفصل شرح ”بہجة المنتفع“ لکھی۔ جس کا متن امام ابو عمرو الدانی کی مصطلح کی کتاب ہے۔ شارح نے ۱۱۹ صفحات یعنی صفحہ ۳۷۰ سے ۴۸۹ پر مسئلہ تدلیس و ارسال بیان کیا ہے۔

۱۴۔ علامہ محمود سعید ممدوح نے ”تنبيه المسلم إلى تعدی الألبانی علی صحیح مسلم“ کتاب لکھی۔ غرض کہ جنہوں نے بھی مسئلہ تدلیس پر لکھا، انہوں نے قلت و کثرت کا اعتبار ضرور کیا۔

تقویت کی یہ نسبت امام شافعی رحمہ اللہ کے ہمنواؤں میں غالباً دکھائی نہیں دیتی، بلکہ ان میں سے بعض تو مسئلے کی حساسیت سے بے خبر ہیں۔ واللہ المستعان!

بنابریں ان لوگوں کی بات مقدم ہوگی، جنہوں نے اس فن کا سیر حاصل دراستہ کیا۔ پھر اس بابت کتب تصنیف کیں، نہ کہ ان لوگوں کی جو مصطلح کی ابجد سے بھی شاید ناواقف ہوں۔ ہمیں دور رواں میں بھی کوئی مستند عالم دین ایسا نہیں ملتا جو امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کا ہمنوا ہو، بلکہ اکثر اس کے مرجوح ہونے کے قائل ہیں۔

”عن“ کا قائل کون؟

علماء کے اقوال، تعاملات اور اسانید کا دراستہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر طور پر ”عن“ کا قائل مدلس کا شاگرد یا اس کا شاگرد ہوتا ہے، مدلس نہیں۔ یعنی مدلس یا کوئی عام راوی حدیث بیان کرتے ہوئے ”حدثنا“ یا ”قال“ کہتا ہے۔ بسا اوقات وہ سماع کی صراحت کرتا ہے اور کبھی نہیں، مگر مدلس کا شاگرد ان دونوں

صیغوں کو تخفیفاً ”عن“ سے بیان کر دیتا ہے۔ بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ مدلس نے سماع کی صراحت نہیں کی۔

یہ درست ہے کہ مدلس کی تدلیس عنعن، قَالَ، ذَكَرَ کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ لازمی نہیں کہ جب وہ عنعنہ کرے تو بہر حال تدلیس بھی کرے گا۔ مدلس کے عنعنہ کے بارے میں ذہبی عصر معلیٰ رحمہ اللہ نے نہایت لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے:

”اس باب میں عنعنہ مشہور ہے۔ باوجود کہ کلمہ ”عن“ اس راوی کا نہیں جس کا نام اس سے پہلے مذکور ہے، بلکہ اس سے نچلے راوی کا ہے۔ جیسے اگر ہام کہیں: ”حدثنا قتادة عن أنس“۔ اس میں کلمہ ”عن“ ہام کا ہے۔ کیونکہ وہ (عن) ”حدثنا“ (فعل) سے متعلق ہے۔ ”حدثنا“ کا قائل ہام ہے۔“ (التنکیل: ۸۲/۱)

دکتر خالد بن منصور نے چند امثلہ ایسی ذکر کی ہیں جن میں راویان سماع کے صیغوں کو ”عن“ سے بیان کرتے ہیں۔ (موقف الإمامین، ص: ۶۵)

بایں وجہ تدلیس کا حکم لگانے سے قبل انتہائی غور و فکر اور ائمہ کرام کے اقوال کا تتبع ضروری ہے۔

بسا اوقات ایسا بھی ممکن ہوتا ہے کہ مدلس سماع کی صراحت نہیں کرتا، جبکہ اس سے روایت کرنے والے کمزور حفظ والے راوی اسے صراحت سماع سے بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ بقیہ بن ولید (مدلس) کے شاگرد تھے۔ ”أبو تقی ہشام بن عبد الملك نے بقیہ قال: حدثني ثور بن يزيد، عن خالد بن معدان، عن معاذ بن جبل مرفوعاً حديث: إن أطيّب الكسب كسب التجار.....“ بیان کی۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
 ”یہ حدیث باطل ہے۔ البتقی نے بقیہ سے صحیح حفظ نہیں کی۔ بقیہ اس
 جیسی حدیث میں سماع کی صراحت نہیں کرتا۔“

(العلل لابن أبي حاتم: ۱۱۵۱)

امام ابو زرعة الرازی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرذعي: ۲/ ۵۸۵، ۵۸۶)

کتب جرح و تعدیل میں اس قسم کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں کہ مدلس کی
 تصریح سماع کے باوجود وہ حدیث ضعیف رہتی ہے۔ کیونکہ تصریح سماع کرنے
 والے راوی سے صراحت سماع غلطی اور خطا کا نتیجہ ہوتی ہے۔

الحکم للأكثر:

قواعد کی تکوین اعلیٰ کے پیش نظر ہوتی ہے۔ شذوذ اور تفردات عمومی قاعدہ
 سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ مصطلح الحدیث کی زبان میں اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ
 محدثین راویان کے ثقہ اور صدوق ہونے کے فیصلے کے ساتھ ساتھ ان کے دیگر
 اوصاف، مثلاً: ”ثقة ربما أخطأ، ربما وهم، له أوهام، يهمل قليلاً،
 يخطئ، قليلاً“ وغیرہ ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ایسے اوصاف صدوق راوی
 کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ بات مخفی نہیں کہ محدثین ایسی حدیث کو صحیح یا حسن
 قرار دیتے ہیں۔ اس سے وہی روایت مستثنیٰ کرتے ہیں جس میں ثقہ یا صدوق
 سے وہم یا خطا ثابت ہو جائے۔ وہ عمومی قاعدے کے پیش نظر کثیر التذلیس کی
 معنعن روایت مسترد کرتے ہیں۔ قلیل التذلیس کی معنعن روایت قبول کرتے
 ہیں۔ بشرط کہ اس میں تذلیس نہ ہو۔ اگر ثقہ ربما أخطأ کی روایت صحیح ہے تو ثقہ
 ربما مدلس کی معنعن روایت کیوں صحیح نہیں ہو سکتی؟ اور اس کی تذلیس شدہ روایت
 اس عمومی قاعدے سے مستثنیٰ کیوں نہیں ہو سکتی؟

صراحتِ سماع کا کثیر التدلیس سے مطالبہ:

مفتدینِ ائمہ کے نقد و تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سماع کا ثبوت کثیر التدلیس راوی سے طلب کرتے ہیں۔ قلیل التدلیس سے سماع کی توضیح وہ اسی وقت چاہتے ہیں جب انھیں تدلیس کا شبہ گزرتا ہے۔
ذیل میں ائمہ کرام کے اقوال مذکور ہیں:

۱۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ:

”جب تدلیس اس پر غالب ہو تب وہ حجت نہیں، یہاں تک وہ اپنے سماع کی وضاحت کرے۔“ (الکفایۃ: ۲/ ۳۸۷، التمهید: ۱/ ۱۸)

۲۔ امام مسلم رحمہ اللہ:

”محدثین نے جن راویوں کا اپنے شیوخ سے سماع کا تتبع کیا ہے وہ ایسے ہیں جو تدلیس کی وجہ سے شہرت یافتہ ہیں۔ وہ تبھی ان کی روایات میں صراحتِ سماع تلاش کرتے ہیں، تاکہ ان سے تدلیس کی علت دور ہو سکے۔“ (مقدمة صحیح مسلم: ۲۲)

۳۔ امام احمد رحمہ اللہ:

”ابن اسحاق بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں۔ میرے نزدیک ان کی سب سے عمدہ حدیث وہ ہے جس میں وہ ”أخبرني“ یا ”سمعتُ“ کہے۔“

(الجرح والتعديل: ۷/ ۱۹۴، مسند یعقوب بن شیبہ: ۴۰، فقرة: ۱۰، تلخیص: أحمد بن أبي بكر الطبراني الكاملی ۸۳۵ھ)

امام صاحب کے اس قول پر غور کیجیے کہ انھوں نے ”أخبرني وسمعتُ“ کو ”هو کثیر التدلیس جداً“ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ بات خود بہ خود ظاہر ہوتی ہے کہ سماع کی صراحت ”کثیر التدلیس“ سے طلب کی جائے گی۔

۴۔ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ:

”مبارک بن فضالہ صدوق اور مشہور مدلس ہیں۔ ان کے بارے میں امام ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ”لم أقبل منه شيئاً قط إلا شيئاً يقول فيه: حدثنا“ (میں اس سے کوئی چیز قبول نہیں کرتا سوائے اس کے جس میں وہ (مبارک) کہے: حدثنا)۔“ (الجعدیات: ۳۲۷۵)

۵۔ امام ابو زرہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

اسی مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں:

”انتہائی زیادہ تدلیس کرتا ہے، جب وہ کہے: حدثنا، تب وہ ثقہ (معمتد علیہ) ہے۔“ (الجرح والتعديل: ۸/ ۳۳۹)

۶۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ:

”مبارک بن فضالہ شدید التدلیس ہے۔ جب وہ کہے: ثنا (صراحتِ سماع کرے) تو وہ ثبت (قابلِ اعتماد) ہے۔ مبارک تدلیس کرتے تھے۔“ (سؤالات الآجری أبا داود: ۱/ ۳۹۰، فقرہ: ۷۴۴)

۷۔ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ:

”ہشیم بن بشیر ثقہ، کثیر الحدیث اور ثبت ہیں۔ بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں۔ وہ اپنی جس حدیث میں کہیں: أخبرنا، وہ حجت ہیں۔ اور جس میں وہ أخبرنا نہ کہیں تو وہ کچھ نہیں۔“

(الطبقات الكبرى: ۷/ ۳۱۳)

۸۔ امام عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ:

”مبارک بن فضالہ تدلیس کرتے ہیں۔ ہم ان کی وہی روایت لکھتے

ہیں جس میں وہ کہتے ہیں: ”سمعت الحسن“۔“

(الجعديات: ۳۲۷)

گویا ابن مہدی رحمہ اللہ کے نزدیک مبارک، حسن بصری سے تدلیس کرتے ہیں۔ بنا بریں انھوں نے روایت کی صحت کے لیے سماع کی قید لگائی ہے۔
ائمہ فن کے ان متعدد اقوال سے معلوم ہوا کہ وہ صراحت سماع کی قید وہیں لگاتے ہیں، جہاں راوی کثیر التدلیس ہوتا ہے۔ ہمارے علم میں کوئی ایسا قول موجود نہیں جس میں متقدمین قلیل التدلیس کے بارے میں یہ اصول بیان کریں۔ اگر کسی کے پاس ایسی نص موجود ہے تو اسے ضرور راہ نمائی کرنی چاہیے۔ ورنہ یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ متقدمین ائمہ فن کے ہاں قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ مقبول ہے۔ بشرط کہ اس میں تدلیس نہ ہو۔

ابن عیینہ

جو مدلس ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں ان میں بہ طور خاص ابن عیینہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے، کہ ان کا عنعنہ مقبول ہے۔ مگر ایک صاحب رقم طراز ہیں: ”ان کی معنعن روایت ناقابل اعتماد ہے۔ کیونکہ وہ غیر ثقہ سے بھی تدلیس کرتے ہیں، لہذا ثقہ سے تدلیس کرنے والا قاعدہ کلیہ نہیں، اغلیہ ہے۔“
حالانکہ قواعد ہوتے ہی اغلیہ ہیں۔ جس سے کچھ جزئیات خارج ہوتی ہیں۔ جنہیں شاذ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کا حکم کالعدم ہوتا ہے۔ محدثین کے نزدیک جو مدلس ثقات سے تدلیس کرے اس کا عنعنہ مقبول ہے۔ ملاحظہ ہو۔
پہلا جواب: ثقات سے تدلیس کا حکم:

۱۔ امام ہزار رحمہ اللہ:

”جو ثقات سے تدلیس کرے اس کی تدلیس (عنعنہ) اہل علم کے ہاں

مقبول ہے۔ جس کا انداز ایسا ہو اس کی حدیث قابل قبول ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ مدلس ہو۔“

(النکت للزركشي: ۱۸۴، النکت لابن حجر: ۲/ ۶۲۴، فتح المغیث للسخاوي: ۱/ ۲۲۹، تدریب الراوي: ۱/ ۲۲۹)

۲۔ حافظ ابن عبدالبرؒ:

”اگر مدلس صرف ثقہ سے روایت کرے تو اس نے توقف سے مستغنی کر دیا ہے۔ اس کی تدلیس (عمنے) کی بابت دریافت نہیں کیا جائے گا۔“ (التمهید: ۱/ ۱۷)

۳۔ حافظ ابوعلی الکرایمیؒ:

حافظ ابن رجبؒ نے ایسا ہی موقف ان سے نقل کیا ہے۔
(شرح علل الترمذی: ۲/ ۵۸۳)

۴۔ حافظ علائیؒ:

”جو آدمی صرف ثقہ سے تدلیس کرنے میں معروف ہو تو وہ جس کے بارے میں ”عن“ وغیرہ کہے، قبول کیا جائے گا۔“ (جامع التحصیل ۱۱۵)

۵۔ حافظ ذہبیؒ:

”مدلس جو ثقات شیوخ سے تدلیس کرے تو کوئی حرج نہیں۔“

(الموقظة: ۱۳۲)

۶۔ شیخ ابوعبیدۃ مشہور بن حسن۔ (بہجة المنتفع: ۳۸۴)

۷۔ شیخ الشریف حاتم۔ (المرسل الخفی: ۱/ ۴۹۲، ۴۹۶)

۸۔ دکتور مسفر بن غرم اللہ۔ (التدلیس: ۱۱۷)

۹۔ شیخ صالح بن سعید الجزائری۔ (التدلیس: ۱۴۵-۱۴۶)

۱۰۔ دکتور ماہر یاسین فضل
(الجامع فی العلل والفوائد: ۱/ ۲۹۰)
وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔ اس اعتبار سے ابن عیینہ کا معنعنہ مقبول ہے۔
دوسرا جواب: ابن عیینہ کا معنعنہ بالاتفاق مقبول ہے:

۱۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ:
”اگر مدلس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے صرف ثقہ ہی سے تدلیس کی ہے۔ پھر اگر اسی طرح ہے تو اس کی روایت مقبول ہے۔ اگرچہ وہ سماع کی تصریح نہ کرے۔ اور یہ بات دنیا میں سوائے سفیان بن عیینہ اکیلے کے کسی اور کے لیے ثابت نہیں، کیونکہ وہ تدلیس کرتے تھے اور صرف ثقہ متقن ہی سے تدلیس کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کی ایسی کوئی روایت نہیں جس میں انھوں نے تدلیس کی ہو، مگر اسی روایت میں انھوں نے اپنے جیسے ثقہ راوی سے سماع کی صراحت کر دی تھی۔“ (مقدمة الإحسان: ۱/ ۱۶۱)
امام ابن حبان رحمہ اللہ کا یہ قول متعدد علما نے ذکر کیا ہے۔

۲۔ حافظ ابوالفتح ازدی رحمہ اللہ:
”ہم ابن عیینہ جیسوں کی تدلیس (معنعنہ) قبول کرتے ہیں۔“
(الکفایۃ: ۲/ ۳۸۷، رقم: ۱۱۶۵)

۳۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ:
”محدثین کے یہ قول ابن عیینہ کی تدلیس (معنعنہ) مقبول ہے۔“
(التمہید: ۱/ ۳۱)

۴۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ:
”جن جن روایات میں ابن عیینہ اور ثوری وغیرہ اور اُن مدلسین نے

تدلیس کی ہے جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدثین کو اس بارے میں شک نہیں (انھیں تدلیس شدہ روایات کا بخوبی علم ہے) ... جہور اس (مدلس کی معنعن روایت) کو قبول کرتے ہیں، جن کے بارے میں معروف ہے کہ وہ صرف ثقہ سے روایت (تدلیس) کرتا ہے۔“ (مقدمہ إكمال المعلم للقاضی عیاض: ۳۴۸، ۳۴۹)

۵۔ حافظ ذہبی صاحب استقرائے تام رحمہ اللہ:
 ”ان (ابن عیینہ) سے احتجاج پر امت کا اجماع ہے۔ وہ مدلس تھے مگر معروف ہے کہ وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے۔“
 (میزان الاعتدال: ۲/۱۷۰، سیر أعلام النبلاء: ۷/۲۴۲)

۶۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ:
 ”دوسرا طبقہ ان مدلسین کا ہے جن کی تدلیس کو ائمہ نے برداشت کیا ہے ... یا وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں جیسے ابن عیینہ ہیں۔“
 (طبقات المدلسین: ۱۲)

۷۔ حافظ دارقطنی رحمہ اللہ:
 ”وہ ثقات سے تدلیس کرتے ہیں۔“ (سؤالات الحاکم للدارقطنی: ۱۷۵)
 لہذا ان کا معنعنہ مقبول ہے۔ بہ شرط کہ اس میں تدلیس نہ ہو۔ بنا بریں حافظ دارقطنی نے ان کی معنعنہ سند کو صحیح قرار دیا ہے۔
 (سنن الدارقطنی: ۱/۳۵۰، حدیث: ۴)

۸۔ حافظ ابن العرراقی رحمہ اللہ:
 ”ان کے مدلس ہونے کے باوجود محدثین کا ان کے معنعنہ کو قبول کرنے پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ متعدد محدثین نے نقل کیا ہے۔“
 (المدلسین: ۵۳..۵۴)

۹۔ حافظ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ:

”اس عمومی قاعدہ سے وہ مدلس مستثنیٰ ہے جو صرف ثقہ سے تدلیس کرتا ہے۔ اس کی معنعن روایت مقبول ہوگی، اگرچہ وہ صراحتِ سماع نہ کرے۔ جیسے سفیان بن عیینہ ہیں۔“ (النکت للزرکشی: ۱۸۹)

۱۰۔ امام ابن ناصر الدین دمشقی (م ۸۴۲ھ):

”اس سند میں سفیان (بن عیینہ) کا قول: عن عمرو بن دینار ہے۔ یہ معنعن ہے۔ اس بابت اختلاف ہے کہ وہ (عنعنہ) اتصال پر محمول کیا جائے گا یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک وہ متصل اور قابلِ احتجاج ہے بہ شرط کہ راوی کی عدالت اور جس سے وہ معنعن بیان کرتا ہے اس سے ملاقات ثابت ہو۔ یہ سفیان بن عمرو کی روایت، میں موجود ہے۔ ان کا عنعنہ یہاں نقصان دہ نہیں اگرچہ وہ مدلس ہیں۔ ان کی تدلیس تدلیسِ مبین (واضح) ہے۔ مبین کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدلس سے جب اس بابت استفسار کیا جاتا ہے تو وہ (ساقط راوی کو) بیان کر دیتا ہے۔ ابو حاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ابن عیینہ کی کوئی ایسی روایت نہیں، جس میں انھوں نے تدلیس کی ہو، مگر اسی روایت میں انھوں نے اپنے جیسے ثقہ راوی سے صراحتِ سماع کر دی تھی۔“

(مجالس فی تفسیر قوله تعالیٰ: لقد من اللہ علی المؤمنین... لابن ناصر الدین: ۱۲۸، المجلس الخامس)

ابن ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول ہے:

”سفیان بن عیینہ کی تدلیس (عنعنہ) غیر مؤثر ہے۔ ان کا اس حدیث کو معنعن بیان کرنا مضر نہیں۔“

(مجالس: ۴۵۹، المجلس الرابع والعشرون)



۱۱۔ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ:

”رہے امام ابن عیینہ تو انھوں (محدثین) نے اس کی تدلیس کو برداشت کیا ہے، رد نہیں کیا۔“ (فتح المغیث: ۱/۲۱۵)

۱۲۔ شیخ ربیع مدخلی:

”سفیان بن عیینہ کا عنعنہ مقبول ہونے میں محدثین کا اختلاف نہیں، کیونکہ ان پر واضح ہو گیا کہ وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں۔ بنا بریں حافظ (ابن حجر) نے انھیں مدلسین کے طبقہ ثنائیہ میں ذکر کیا ہے۔ جن کی تدلیس ائمہ نے برداشت کی ہے۔ حافظ (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) نے سفیان کے حق میں یقیناً درست فیصلہ کیا ہے۔“ (الرد المفحوم: ۳۸)

۱۳۔ شیخ ابو عبیدہ:

”لہذا جب ابن عیینہ روایت معنعن بیان کریں تو ان کی روایت سے خوفزدہ نہ ہوں۔ وہ ہمیشہ ہمیش اتصال پر محمول کی جائے گی۔“

(بہجة المنتفع: ۳۸۴)

۱۴۔ دکتور عواد حسین خلف نے حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے تناظر میں ان کی

موافقت کی ہے۔ (روایات المدلسین فی صحیح مسلم: ۷۱)

۱۵۔ یہی موقف محدث ابواسحاق الحونینی کا ہے۔

(بذل الإحسان: ۱/۱۶، جنة المراتب: ۲۱۳، ۲۱۴، بحوالہ نثر النبال: ۱/۵۲۹)

ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت:

امام سفیان بن عیینہ نے ایک معنعن حدیث بیان کی ہے۔ جس میں وہ ”قبل أن يفرض التشهد“ (تشہد کی فرضیت سے قبل) کے الفاظ بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے تناظر میں یہ روایت ضعیف ہے،

بلکہ بعض فضلاء نے اسے ضعیف بھی گردانا ہے۔ جبکہ دیگر ائمہ نے اس کی تصحیح کی ہے، بحسب ذیل ہیں:

۱۔ امام العلیل الدارقطنی: ”هذا إسناد صحيح“

(سنن الدارقطنی: ۱/۳۵۰، حدیث: ۴)

۲۔ امام بیہقی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی: ۲/۱۳۸، البدیع المنیر: ۴/۱۳)

۳۔ حافظ ابن الملقن: ”هذا الحديث صحيح“ (البدیع المنیر: ۴/۱۳)

۴۔ حافظ ابن حجر: ”إسناده صحيح“ (فتح الباری: ۲/۳۱۲)

۵۔ حافظ ابن عبدہادی: ”رواه النسائي والدارقطني وصحح إسناده“

(المحرر فی الحدیث: ۱/۲۰۳-۲۰۴)

۶۔ محدث البانی نے اس حدیث کو شرط شیخین پر صحیح قرار دیا ہے۔

(صفة الصلاة: ۳/۸۹۴)

۷۔ شیخ سلیم بن عید الہلالی۔ ”صحيح“

(التخریج المحبر الحثیث: ۱/۳۴۸، حدیث: ۲۶۵)

۸۔ شیخ مجدی حسن: ”إسناده حسن“ (تحقیق سنن الدارقطنی: ۱۳۱۲)

علامہ ابن الترمذی حنفی کے علاوہ کسی اور نے ابن عیینہ کے عنعنہ کو موضوع

بحث نہیں بنایا۔ (الجوہر النقی: ۲/۱۳۸)

امام ابن عیینہ ثقہ حافظ فقیہ امام حجت ہیں۔ (التقریب: ۲۷۰۰)

ان کی یہ زیادت بقیہ حدیث کے منافی نہیں۔ کوئی قرینہ اس کے خطا پر بھی

دلالت نہیں کرتا۔ لہذا اس زیادت کو اساسی صورت کی بنا پر قبول کیا جائے گا۔

بنابر یہ محدثین کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ اس

کلمہ سے استدلال کرتے ہوئے ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں:

”باب إيجاب التشهد“

حاصل یہ کہ محدثین کے ہاں ابن عیینہ کی مععن روایت بالاتفاق حجت ہے۔ تدلیس شدہ روایت اس عمومی قاعدہ سے مستثنیٰ ہے، بلکہ جو صرف ثقات سے تدلیس کرتے ہیں، محدثین نے بہ طور نظیر ابن عیینہ کا نام پیش کیا ہے۔

امام زہری

امام زہری بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ جن کے بارے میں امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اہل مدینہ کی اسانید زہری کے گرد گھومتی ہیں۔

(العلل لابن المدینی: ۳۹)

زہری کی قلت تدلیس کی بنا پر محدثین نے ان کی مععن روایت قبول کی ہے۔ جیسا کہ متعدد علما سے یہ تصریح ثابت ہے۔

۱۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”وہ بسا اوقات تدلیس کرتے تھے۔“ (میزان الاعتدال: ۴/۴۰)

۲۔ حافظ علائی رحمہ اللہ نے انھیں مدلسین کے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا اور کہا ہے: ائمہ

نے ان کے ”عن“ کو قبول کیا ہے۔ (جامع التحصیل: ۱۳۰، ۱۲۵)

۳۔ علامہ سبط ابن العجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ائمہ نے ان کا مععنہ قبول کیا ہے۔

(التبيين: ۸۰)

۴۔ دکتور خالد بن منصور الدریس۔ (الحديث الحسن: ۱/۴۷۹)

۵۔ دکتور عبداللہ دمنفو۔ (مقدمه مرويات الزهري المعللة: ۱/۵۴-۵۵)

۶۔ محدث ابوالأخلاق الحوینی۔ (بذل الإحسان: ۱/۷، ۸، بحوالہ نثر النبأ: ۳/۱۷۰۶)

۷۔ دکتور ناصر بن حمد الفہد۔ (منهج المتقدمين في التدليس: ۸۴، ۸۵)

۸۔ دکتور محمد بن طلعت۔ (معجم المدلسين: ۴۱۶-۴۲۰)

۹۔ رکتور عواد الخلف۔ (روایات المدلسین فی صحیح البخاری: ۲۲۷، و روایات

المدلسین فی صحیح مسلم، ص: ۹۱، ۹۲)

۱۰۔ رکتور شریف حاتم بن عارف العونی۔ (التخریج ودراسة الأسانید: ۷۷)

۱۱۔ محدث ارشاد الحق اثری۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۳۸۸-۳۹۰)

وغیرہ کے ہاں بھی زہری قلیل التدلیس ہیں۔

’ممکن ہے کوئی دعویٰ کرے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے درجہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔ بنابرین انھیں کثیر التدلیس قرار دے کر ان کی معتنع روایت ناقابل اعتبار قرار دی جائے گی۔

حافظ ابن حجر کا موقف محل نظر ہے:

۱۔ امیر صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انھیں طبقہ ثالثہ میں

ذکر کر کے مستحسن نہیں کیا۔ (توضیح الأفكار: ۱/ ۳۶۵)

۲۔ استاذ گرامی اثری رحمہ اللہ:

’ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام زہری کو مدلسین

کے تیسرے طبقے میں شمار کرنا صحیح نہیں۔‘ (توضیح الکلام: ۳۵۹)

۳۔ دکتور خالد بن منصور۔ (الحديث الحسن: ۱/ ۴۷۹)

۴۔ دکتور عبداللہ دقفو۔ (مرویات الزہری المعلہ: ۱/ ۴، ۵۵ / ۲۳۱۵)

۵۔ شیخ عواد حسین الخلف۔ (روایات المدلسین فی صحیح مسلم: ۹۲)

وغیرہ نے بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے نظر ثانی کی محتاج قرار دی ہے۔

دوسرا جواب:

خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انھیں قلیل التدلیس قرار دیا ہے۔

(فتح الباری: ۱۰/ ۴۲۷)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کا آخری اجتہاد یہی تھا۔
استاذ اثری رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کی تدلیس کے حوالے سے (توضیح الکلام:
۳۵۸، ۳۵۹) میں پانچ جوابات دیے ہیں۔ جو لائق مطالعہ ہیں۔

تیسرا جواب:

اسانید کا درستہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زہری نادر التدلیس ہیں۔ جیسا
کہ آئندہ آئے گا۔ إن شاء اللہ

دکتور عبد اللہ بن محمد حسن دمفوی کی کتاب ”مرویات الزہری المعلقة“ چار
جلدوں میں مطبوع ہے۔ جس میں امام زہری کی معلول احادیث مذکور ہیں۔
جنہیں تین حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

۱۔ جن مرویات میں زہری کے شاگردوں کا اختلاف حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے
نہایت بسط سے ذکر کیا ہے۔

۲۔ جن میں انھوں نے شاگردوں کے اختلاف کی صراحت نہیں کی۔

۳۔ جن میں زہری کا واسطہ برہناے وہم مذکور ہے۔

صاحب الدرستہ کے نزدیک ایسی احادیث کم و بیش دو صد ساٹھ (۲۶۰)
کی تعداد میں ہیں۔ جن میں سے ڈیڑھ صد (۱۵۰) مرویات کا طویل درستہ
انھوں نے پیش کیا ہے۔ ان کی تحقیق میں ان معلول احادیث میں سے دو روایات
میں زہری نے تدلیس کی ہے۔ یعنی راوی کا اسقاط کیا ہے۔ پہلی حدیث کی تفصیل
کے لیے ”مرویات الزہری المعلقة“ (۳/ ۱۳۱۱، حدیث: ۷۹) دوسری کے لیے
یہی کتاب (۳/ ۱۴۸۷، حدیث: ۹۳) ملاحظہ ہو۔

جبکہ ان دو کے علاوہ تین مرویات میں زہری پر تدلیس کا الزام ہے، مگر وہ

ان سے بری ہیں۔ (مقدمہ مرویات الزہری المعلقة: ۵۶/۱)

بلاشبہ ذخیرہ حدیث مرویات زہری سے معمور ہے۔ مدینۃ الرسول ﷺ علوم اسلامیہ کی عظیم دانش گاہ تھی اور ان کے باشندگان کی اسانید بھی زہری کے گرد گھومتی ہیں۔ بایں وجہ لوگوں نے جہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر معتبر قرار دیا، وہیں زہری کی طرف بھی تشیع کے مسموم تیر برسائے گئے۔ تاکہ ان دونوں کی وجہ سے، ذخیرہ حدیث مشکوک بنایا جائے۔

اس جملہ معترضہ کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ زہری اپنی مرویات کے تناسب سے نہایت معمولی تدلیس کرتے ہیں۔ بنا بریں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انھیں نادر التدلیس قرار دیا ہے اور ائمہ نے ان کا عنعنہ قبول کیا ہے۔

اس شخص پر امام دارقطنی رحمہ اللہ کی معرفت علل مخفی نہیں رہ سکتی جو علل الدارقطنی یاکم از کم سنن الدارقطنی کا مطالعہ کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر امام دارقطنی کے بعد اس فن میں اتنی مہارت کسی اور کی قسمت میں نہ آسکی۔

انھوں نے علل الدارقطنی میں معلول شدہ مرویات جو ذکر کی ہیں وہ ڈیڑھ صد میں سے صرف پانچ، بطور تسلیم، تدلیس شدہ ہیں۔ یہ تناسب بلاشبہ زہری کے قلیل التدلیس ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

چوتھا جواب:

جس شخص کا اصرار ہو کہ زہری کثیر التدلیس ہیں تبھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انھیں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔ اسے اس دعویٰ کے مطابقت دلیل سے کرنی چاہیے۔ جس کا تقاضا ہے کہ زہری کی سبھی مرویات کا استیعاب کیا جائے۔ ان میں سے تدلیس شدہ کا استخراج کیا جائے۔ ازاں بعد ان کی تعداد کا تقابل زہری کی

جمع مرویات سے کیا جائے۔ اگر تدلیس شدہ روایات انتہائی زیادہ مقدار میں ہوں تو وہ یقیناً کثیر التدلیس ہوں گے۔ مگر ایسا استیعاب ناممکن ہے۔ خواہ تتبع کے جدید وسائل بھی بہ روئے کار لائے جائیں۔

چلیے، کم از کم ناقدین کا قول ہی پیش کرنا چاہیے کہ زہری کا ہر عنعنہ مسند ہے۔ یا ان کی روایت تبھی لائق التفات ہوگی جب وہ سماع کی توضیح کریں گے۔ مگر ایسا کرنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

لہذا یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ زہری قلیل بلکہ ”نادر التدلیس“ ہیں۔ ان کا عنعنہ مقبول ہے۔ صرف وہی روایت تدلیس کا ہدف ہوگی جس میں ائمہ محدثین نے ان کی تدلیس ذکر کی ہوگی۔

زہری کی ایک معنعن روایت:

امام زہری نے عروۃ عن عائشہ سے ایک مرفوع حدیث بیان کی۔ جو سنن أبي داود (۴۵۳۴) سنن النسائي (۴۷۸۲) سنن ابن ماجه (۲۶۳۸) مصنف عبدالرزاق (۹/۴۶۲، حدیث: ۱۸۰۳۲) السنن الكبرى للنسائي (۶/۳۴۶، حدیث: ۶۹۵۳) مسند إسحاق بن راهويه (۲/۳۲۲، حدیث: ۳۰۵) مسند أحمد (۶/۲۳۲) الدييات لابن أبي عاصم (۲۷۱) شرح مشکل الآثار (۱۱/۴۳۲، حدیث: ۴۵۳۸) السنن الكبرى للبيهقي (۸/۴۹) الجزء الثاني من حديث يحيى بن معين (الفوائد) حدیث (۶۶) تاريخ دمشق (۳۸/۱۷۰) وغیرہ میں ہے۔

مصححین حدیث:

۱۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ (صحیح ابن حبان: ۱۰/۷، حدیث: ۴۴۷۰)

۲۔ قال الشيخ زبير على زنى ﷺ

(صححه ابن الجارود: ٨٤٥، تحقيق سنن أبي داود: ٨٩٩، طبع الرياض)

۳۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

”معمربن راشد حافظ ہیں۔ انھوں نے سند صحیح طور پر حفظ کی ہے۔

لہذا اس سے حجت قائم ہوگی۔“ (معرفة السنن والآثار: ٦/ ١٧٠)

۴۔ محدث البانی رحمہ اللہ: ”إسناده صحيح على شرط الشيخين“

(إرواء الغلیل: ٣/ ٣٦٦، صحيح الموارد: ٢/ ٧٢)

۵۔ محدث ابواسحاق الحوينی: ”إسناده صحيح“

(غوث المکدود: ٣/ ١٤٠، حدیث: ٨٤٥)

۶۔ محققین مسند احمد: ”إسناده صحيح“ (الموسوعة الحديثية: ٤٣/ ١١١)

۷۔ علامہ شعیب ارناؤوط: ”إسناده صحيح“ (تحقيق مشكل الآثار: ١١/ ٤٣٣)

۸۔ محقق مسند ابن راہویہ۔ ”صحيح“ (رجالہ رجال الشيخين: ٢/ ٣٢٢)

۹۔ محقق جزء حدیث ابن معین۔ (صحيح غريب: ١٤٩)

۱۰۔ شیخ ایمن صالح۔ ”إسناده صحيح“ (تحقيق جامع الأصول: ٤/ ٤٤٨)

حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قاعدے کی رو سے یہ حدیث زہری کے عنعنہ کی

وجہ سے ضعیف قرار پاتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی فائدے سے خالی نہیں کہ شیخ بدر البدر نے زہری کی ایک

معنعن روایت پر اس وجہ سے تنقید کی کہ وہ اسے براہ راست عروۃ سے بیان کرتے

ہیں اور کبھی اپنے اور عروۃ کے مابین عبداللہ بن خارجہ کا واسطہ ذکر کرتے ہیں۔ یہ

واسطہ غمازی ہے کہ زہری نے عروۃ سے تدلیس کی ہے۔ ملحوظ رہے کہ شیخ بدر نے

محض زہری کے عنعنہ کو تدلیس قرار نہیں دیا، بلکہ تدلیس کا سبب واسطہ قرار دیا ہے۔

محدث ابواسحاق الحوينی ان کے جواب میں لکھتے ہیں:
 ”میرے نزدیک یہ نقد غلط ہے، کیونکہ زہری، عروۃ سے روایت کرنے
 میں مشہور ہیں۔ پھر کس بنا پر ہم (اس روایت کو) تدلیس کی وجہ سے
 معلول قرار دینے پر مجبور ہیں؟“
 اگر آپ کہیں کیونکہ انھوں نے یہ حدیث گزشتہ سند میں عبداللہ بن
 خارجہ سے بیان کی ہے؟!

ہم جواباً کہیں گے: یہ واسطہ دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اس اثر میں
 تدلیس نہیں کی، جیسا کہ ظاہر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری
 (۱۰/ ۴۲۷) میں اس جیسے اثر سے ابن شہاب (زہری) کے قلیل
 التدلیس ہونے پر استدلال کیا ہے۔ ابن شہاب واسع الروایۃ ہیں
 جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ انھوں نے یہ اثر ایک مرتبہ عبداللہ بن
 خارجہ عن عروۃ سے لیا (سنا) ہے۔ جبکہ دوسری مرتبہ براہ راست عروۃ سے
 بیان کیا ہے جو قابلِ نکیر نہیں۔ راوی قلیل التدلیس ہے جیسا کہ حافظ
 ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ لہذا درست یہ ہے کہ زہری کے عنعنہ کی
 وجہ سے معلول قرار نہ دیا جائے الا یہ کہ متن میں کوئی نکارت ہو۔“

(الصمت: ۱۶۴، ۱۶۵، حدیث: ۲۷۸، بحوالہ نثل النبال: ۳/ ۱۷۰۶، ۱۷۰۷)

دوسری معنعن روایت:

امام زہری نے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ کی حدیث بیان کی۔
 ”کان رسول اللہ ﷺ إذا فرغ من قراءة أم القرآن رفع صوته؛
 وقال: آمین“
 امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول کے مطابق یہ روایت زہری کے عنعنہ کی وجہ سے

ضعیف ہے، جبکہ درج ذیل محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے۔

- ۱۔ امام ابن حبان (ذکرہ فی صحیح ابن حبان: ۳/ ۱۴۷، حدیث: ۱۸۰۳)
 - ۲۔ امام ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱/ ۲۸۷، حدیث: ۵۷۱)
 - ۳۔ امام حاکم: ”هذا حديث صحيح على شرط الشيخين“
(المستدرک: ۱/ ۲۲۳)
 - ۴۔ حافظ دارقطنی: ”هذا إسناد حسن“
(سنن الدارقطنی: ۱/ ۳۳۵، حدیث: ۷)
 - ۵۔ امام بیہقی: ”حسن صحيح“ (التلخیص الحبیبر: ۱/ ۲۳۶، حدیث: ۳۵۲)
 - ۶۔ امام ابن القیم (إعلام الموقعین: ۲/ ۳۹۷)
- سوال یہ ہے کہ ان ائمہ کی تصحیح چہ معنی دارد؟
- قارئینِ عظام! ان امثلہ سے واضح ہو گیا کہ قلیل التذلیس مدلس کا عنعنہ مقبول ہے۔ اس کی صرف تذلیس شدہ روایت ضعیف ہوگی۔

دوسرا باب

اس باب میں مسئلہ تدلیس پر وارد شدہ اعتراضات کا تجزیہ کیا جائے گا۔

امام ابن معین کے قول پر اعتراض کا جواب:

امام ابن معین کے قول: ”مدلس جس میں تدلیس کرے اس میں جنت نہیں۔“ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس قول کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جو روایت عن سے بیان کرے تو وہ حجت نہیں۔

بلاشبہ کثیر التدلیس کا یہی حکم ہے مگر قلیل التدلیس کا نہیں۔ کیونکہ محدثین قلیل التدلیس راوی کے عنعنہ پر محض اس لیے تنقید نہیں کرتے کہ اس نے متعین بیان کیا ہے، بلکہ اس میں کسی نکارت کے تناظر میں تدلیس کو اس کی علت قرار دیتے ہیں۔

ثانیاً: تدلیس شدہ مرویات پیش کر کے یہ باور کرانا بھی درست نہیں کہ ”ذَلَسَ“ کو ”عَنْعَنَهُ“ قرار دینا درست ہے۔ معلوم شد مدلس جب تدلیس کرتا ہے تو روایت میں سماع کی توضیح نہیں کرتا۔ اگر وہ تدلیس شدہ روایت کو حدیثی یا حدیثا جیسے صیغوں سے بیان کرے گا جن صیغوں میں تاویل کی گنجائش نہ ہوگی تو وہ جھوٹ ہوگا۔ بایں وجہ مدلس درجہ ثقافت سے گر کر کذاب ٹھہرے گا۔

اگر مطلقاً عنعنہ سے تدلیس کا اثبات مقصود ہے تو ایسی مثال ذکر کرنی چاہیے تھی جس میں قلیل التدلیس راوی کی روایت میں محدثین نے کوئی علت و نکارت بیان نہ کی ہو، محض اس کے عنعنہ کی بنا پر اسے ضعیف قرار دیا ہو۔

اگر اس کی ایسی کوئی مثال نہیں تو امام ابن معین رحمہ اللہ کے قول سے ہمارا استدلال بدستور برقرار رہے گا۔

ثالثاً: امام ابن معین رحمہ اللہ کے قول سے یہ ناچیز اکیلا مستدل نہیں، بلکہ درج ذیل علماء کی تائید بھی حاصل ہے۔

مستدلیں علماء:

- ۱۔ دکتور خالد بن منصور الدرلیس۔ (الحديث الحسن لذاته ولغيره: ۱/ ۴۷۵)
- ۲۔ شیخ عبداللہ بن یوسف الجدیج۔ (تحریر علوم الحديث: ۲/ ۹۷۳)
- ۳۔ شیخ محمد بن طلعت نے شیخ جدیج کے احکام مقدمہ ”معجم المدلسین“ (۳۸) میں ذکر کیے ہیں۔
- ۴۔ شیخ ناصر بن حمد الفہد۔ (منهج المتقدمين في التدليس: ۱۶۳)
- ۵۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد۔ (مقدمة منهج المتقدمين: ۲۳)
- ۶۔ شیخ الشریف حاتم۔ (المرسل الخفي: ۱/ ۴۸۸)
- ۷۔ شیخ ابراہیم بن عبداللہ اللاحم۔ (الاتصال والانقطاع: ۳۲۱)
- ۸۔ دکتور علی بن عبداللہ الصیاح
- ۹۔ دکتور عواد الخلف۔ (روایات المدلسين في صحيح مسلم: ۶۶)
- ۱۰۔ (الموسوعة عن الإمام يعقوب بن شيبه: ۱/ ۲۰۱، ۲۰۲)

امام ابن مدینی کے قول پر اعتراضات:

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے قول: ”جب مدلس پر تدلیس غالب ہو تو تب وہ حجت نہیں، یہاں تک وہ اپنے سماع کی توضیح کرے۔“ (الکفایہ: ۲/ ۳۸۷) پر آٹھ اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔

- ۱۔ یہ موقف جمہور کے خلاف ہے۔
 - ۲۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کرنے کے باوجود مخالفت کی ہے۔
 - ۳۔ متقدمین مثلاً تیسری صدی ہجری تک تدریس کرنے والے عام راویوں کے بارے میں قلیل اور کثیر التدریس کی صراحتیں ثابت نہیں۔
 - ۴۔ یہ مفہوم مخالف ہے۔ نص صریح کے مقابلے میں مفہوم مخالف حجت نہیں۔
 - ۵۔ یہ قول منسوخ ہے۔ خود امام ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری کے بارے میں فرمایا: لوگ سفیان کی حدیث میں امام یحییٰ القطان کے محتاج ہیں، کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایات بیان کرتے ہیں۔
 - ۶۔ ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اہل حدیث، احناف، شوافع اور دیوبند نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سرفراز صفدر بھی اس موقف کو نہیں اپناتے۔
 - ۷۔ کون کثیر اور کون قلیل التدریس تھا؟ اس مسئلے کو متقدمین سے ثابت کرنا اور عام مسلمانوں کو اس پر متفق کرنا نہایت مشکل ہے۔
 - ۸۔ اختلافی مسائل کی کتابوں اور مناظرات علمیہ میں یہ اصول غیر مقبول ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے۔
- اب ترتیب وار ان اعتراضات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

جمہور قلت و کثرت کے قائل ہیں:

- پہلے اعتراض کا جواب ہے کہ امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مسلک محدثین کی اساس ہے، کیونکہ وہی تو اہل اصطلاح کے سرخیل ہیں۔
- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری کے بارے میں کہا: ان کی تدریس کتنی کم ہے!!
- امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں ”ممن عرف و شہر بہ“ کی قید کیوں لگائی؟

متقدمین ائمہ (امام احمد، یحییٰ بن سعید القطان، ابو زرعة الرازی، ابو داود رحمہ اللہ) سماع کی صراحت کثیر التذلیس سے کیوں طلب کرتے ہیں؟ قلیل التذلیس کی معنعن روایتوں پر کیوں اعتراض نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ تو انھیں صحیح قرار دیتے ہیں۔ مناخرین میں حافظ علائی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کا کیا مقصد تھا؟ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے ابن حجر رحمہ اللہ کی موافقت کی پھر امیر صنعانی رحمہ اللہ نے ان کی تائید کی۔ کیا وہ جمہور اہل اصطلاح نہیں؟

ابن حجر رحمہ اللہ سے ہنوز اس مسئلے پر اتفاق رہا۔ اب بھی اگر کسی نے اختلاف کیا تو چند شاذ اقوال کی بنا پر کیا۔

ا۔ م شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ہمنواؤں کی عظمتِ شان کا کسی ذی علم کو انکار نہیں، مگر وہ مصطلح الحدیث میں امام ابن مدینی، بخاری، مسلم، احمد رحمہ اللہ وغیرہم کے ہم پلہ نہیں۔ لہذا ان کے مقابلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف کیوں کر درست تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

محدثین کے اقوال اور تعاملات شاہد ہیں کہ تذلیس کی کمی و بیشی کا اعتبار ضروری ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب:

اس حوالے سے عرض ہے کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ مصطلح کے بعض مسائل میں جمہور کے خلاف اور اصولیوں کی تائید میں فیصلہ دیتے ہیں۔ لہذا ان کے مقابلے میں ناقرین فن اور اہل اصطلاح کا موقف رائج ہے۔ نیز اہل فن کے اقوال کو بایں وجہ کمزور قرار دینا غیر مستحسن امر ہے۔

متقدمین سے صراحتیں:

تیسرا اعتراض بھی غیر معقول ہے، کیونکہ تیسری صدی ہجری مصطلح کا ابتدائی

دور ہے۔ جس میں امام مسلم رحمہ اللہ نے مقدمہ صحیح اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے العلل الصغیر میں مصطلح کے کچھ مسائل ذکر کیے ہیں۔ باقاعدہ طور پر مستقل کتب کی صورت میں اس فن کی داغ بیل نہیں ڈالی گئی۔ بعد ازاں دیگر علوم و فنون کی طرح اس میں بھی بالیدگی رونما ہونے لگی اور مصطلح پر مستقل کتب تصنیف کی جانے لگیں۔ جن کا سرچشمہ دو چیزیں تھیں۔

۱۔ محدثین کے صریح اقوال۔

۲۔ ان کے تعاملات سے اصطلاحات کا استخراج۔

یہ دونوں صورتیں مسئلہ تدلیس میں موجود ہیں۔ یعنی قلت اور کثرت کے حوالے سے صریح اقوال بھی موجود ہیں۔ کثیر التدلیس سے صراحت سماع کا تقاضا کرنے والی نصوص بھی دستیاب ہیں۔ اب پہلی صورت ملاحظہ فرمائیں:

قلیل التدلیس کی صراحت:

۱۔ امام بخاری نے سفیان ثوری کے بارے میں فرمایا: ”ما أقل تدلیسه!“
 ”ان کی تدلیس کتنی کم ہے!“

(علل الترمذی: ۹۶۶/۲، التمهید: ۳۵/۱، جامع التحصیل: ۱۳۰، النکت لابن حجر: ۶۳۱/۲)

۲۔ امام ابن معین نے ربیع بن صبیح کے بارے میں فرمایا: ”ربما دلّس“ ”وہ بسا اوقات تدلیس کرتے ہیں۔“

(التاریخ لابن معین: ۱۱۱، فقرة: ۳۳۴، رواية الدارمي)

۳۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ، عکرمہ بن عمار ابو عمار کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ربما دلّس“ (الجرح والتعديل: ۱۱/۷)

۴۔ امام یعقوب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن خازم ابو معاویہ کے بارے میں فرمایا:

”ثقة، ربما دلّس“ (سیر أعلام النبلاء: ۷۶/۹، تاریخ بغداد: ۵/۲۴۹)

۵۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن عیسیٰ الطباع کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اسے قریباً چالیس ہزار احادیث حفظ تھیں۔ وہ بسا اوقات تدلیس بھی

کرتے تھے۔“ (سؤالات الآجری: ۲/۲۴۶، فقہ: ۱۷۳۷)

۶۔ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، حمید الطویل کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ثقة اور کثیر الحدیث ہے، مگر وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بسا اوقات

تدلیس کرتے ہیں۔“ (الطبقات الكبرى: ۷/۲۵۲)

۷۔ حافظ عجلی رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وكان ربما أرسل الشئ عن الشعبي“

(معرفة الثقات والضعفاء للعجلي: ۱/۲۲۵، تاریخ الثقات: ۶۴)

”کہ وہ (ابن ابی خالد) بسا اوقات شععی سے ارسال (تدلیس)

کرتے ہیں۔“

کثیر التدلیس کی صراحت:

۱۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق کے بارے میں فرمایا:

”هو كثير التدليس جدا“

”وہ بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں۔“ (الجرح والتعديل: ۷/۱۹۴)

۲۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہشیم بن بشیر کے بارے میں فرمایا:

”هو كثير التدليس جداً“ (المعرفة والتاريخ: ۲/۶۳۳)

۳۔ امام ابو زرہ رحمۃ اللہ علیہ، مبارک بن فضالہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”يدلس كثيراً“ (الجرح والتعديل: ۸/۳۳۹)



۴۔ زکریا بن ابی زائدہ کے بارے میں ابو زرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”یدلس كثيرا عن الشعبي“ (الجرح والتعديل: ۵۹۴/۳)

”وہ شعی سے بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں۔“

۵۔ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سويد بن سعيد: كان يدلس يكثر ذاك يعنى التدليس“

(الجرح والتعديل: ۲۴۰/۴)

”سويد بن سعيد با کثرت تدلیس کرتے ہیں۔“

۶۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ، مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں:

”شدید التدلیس“ (سؤالات الآجری: ۳۹۰/۱)

۷۔ امام ابن سعد رحمہ اللہ اسی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یدلس كثيراً“ (الطبقات الكبرى: ۳۱۳/۷)

۸۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ ایک راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”كان كثير التدليس، الغالب من التدليس“ (المجروحین: ۱۱۲/۲)

۹۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ابن جريج: يتجنب تدليسه فإنه وحش التدليس“

(سؤالات الحاكم للدارقطني: ۱۷۴)

”ابن جریج کی تدلیس سے محتاط رہا جائے کیونکہ وہ خطرناک تدلیس کرتے ہیں۔“

۱۰۔ دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”يحيى بن أبي كثير يدلس كثيراً“ (التبعية: ۱۲۶)

۱۱۔ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ، محمد بن محمد الباغندی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”خبیث التدلیس“ (تاریخ دمشق: ۱۷۰/۵۵)

۱۲۔ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ اسی راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”شیطان فی التدلیس“ (تاریخ دمشق: ۵۵/۱۷۳)

”الکامل لابن عدی“ (۶/۲۳۰۲) میں یہ قول نہیں مل سکا۔

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ متقدمین اور متاخرین نے بالصراحت مدلسین کو قلیل یا کثیر التدلیس قرار دیا ہے۔ بنابریں حافظ علائی نے طبقات بنائے بعد ازاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس میں توسع کیا۔

دوسری صورت:

ائمہ فہن کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے جب وہ کثیر التدلیس مدلس کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے ساتھ یہ وضاحت بھی کرتے ہیں کہ اس کی روایت میں سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کے بارے میں جب فرمایا: وہ بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں تو تب یہ وضاحت کردی کہ میرے نزدیک اس کی وہی حدیث عمدہ ہوگی جس میں وہ سماع کی صراحت کریں گے۔ اس قسم کی امثلہ پہلے گزر چکی ہیں۔ ملاحظہ ہوں: عنوان: ”صراحت سماع کا کثیر التدلیس سے مطالبہ۔“

ان کے علاوہ مزید مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ امام ابو خالد ابن طہمان رحمہ اللہ نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے سنا کہ میں ابن ابی الیث کے پاس حاضر ہوا تو انھوں (ابن ابی الیث) نے ہشیم سے کہا: اگر تو ہم کو اُخبرنا سے حدیث بیان کرے گا تو درست ہے، ورنہ ہم تجھ سے ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ (من کلام أبي زكريا: ۹۱، ۹۲، فقرة: ۳۲۴)

۲۔ امام ابو نعیم الفضل بن دکین، یحییٰ بن ابی حنیہ ابو جناب الکلی کے بارے میں

فرماتے ہیں:

”میں اس سے کچھ نہیں سنتا، ہاں، وہی چیز سنتا ہوں جس میں وہ کہتے

ہیں: حدیثاً۔“ (الجرح والتعديل: ۱۳۸/۹)

۳۔ امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حجاج بن ارطاة صدوق ہے۔ ضعیف سے تدلیس کرتا ہے۔ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ وہ حدیث کہے تو صالح (الحديث) ہے۔ جب وہ سماع کی توضیح کرے تب اس کے حفظ و صداقت میں شبانہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔“

(الجرح والتعديل: ۱۵۶/۳)

۴۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جب ابن جریج کہے: قال فلان، قال فلان، أخبرت تو وہ منکر

روایت بیان کرتے ہیں۔ اور جب وہ کہے: أخبرني، سمعت تو

اس پر قناعت کیجیے۔“ (تاریخ بغداد: ۴۰۵/۱۰)

مفہوم مخالف پر بے جا اعتراض:

چوتھے اعتراض کے حوالے سے گزارش ہے کہ وہ ”نص صریح“ کیا ہے؟ کاش! اس کی وضاحت ہو جاتی تو ہمارے لیے اس پر تبصرہ کرنے کی کوئی سبیل پیدا ہو سکتی۔ یہ مستبعد نہیں کہ ”نص صریح“ سے مراد ہو: ”لوگ سفیان کی حدیث میں یحییٰ قطان کے محتاج تھے، کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایت بیان کرتے تھے۔ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ سفیان تدلیس کرتے تھے اور یحییٰ القطان رحمۃ اللہ علیہ ان کی صرف مصرح بالسماع روایتیں ہی بیان کرتے تھے۔“ (الکفایہ)

یہ دلیل اعتراض نمبر پانچ میں وارد ہے۔ اس سے استدلال کیا گیا کہ ”الغالب علیہ التذلیس“ کا قول منسوخ ہے۔ اس پر گفتگو آئندہ آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ۔

سر دست عرض ہے کہ اس مفہوم مخالف کو بیان کرنے میں راقم منفرد نہیں، بلکہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں:

وظاهر كلامه قبول عنعناتهم إذا كان التذلیس نادراً،
 ”ان (ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدلسین کا عنعنہ قبول کیا جائے گا جب تذلیس نادر ہو۔“ (فتح المغیث: ۱/۲۱۶)
 راج ذیل علما نے بھی اسی قول سے یہی مفہوم مخالف بیان کیا اور اسی کو ترجیح

دی ہے:

۲۔ شیخ ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ (توضیح الکلام: ۳۱۴)

۳۔ سید محبت اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ (مقالات راشدیہ: ۳۱۴)

۴۔ دکتور اکرام اللہ امداد الحق۔

(الإمام علی بن المدینی و منهجه في نقد الرجال: ۶۴۲)

۵۔ شیخ عدنان علی الخضر۔ (الموازنة بين منهج الحنفية و منهج المحدثين في قبول الأحادیث وردّها)

۶۔ شیخ ابراہیم بن عبد اللہ اللاحم۔ (الاتصال والانقطاع: ۳۲۰)

۷۔ دکتور علی بن عبد اللہ الصیاح۔

(الموسوعة العلمية الشاملة عن الإمام یعقوب بن شیبہ: ۱/۲۰۰)

۸۔ دکتور خالد بن منصور الدریس۔ (الحديث الحسن لذاته ولغيره: ۱/۴۷۵)

۹۔ شیخ عبد اللہ بن یوسف الجدلج (تحریر علوم الحديث: ۲/۹۷۴)

- ۱۰۔ شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن۔ (بہجة المتنفع: ۴۰۲)
 - ۱۱۔ شیخ صالح بن سعید عوام الجزارری۔ (التدلیس: ۱۴۸ و ۱۴۹، هامش)
 - ۱۲۔ شیخ محمد بن طلعت نے شیخ عبداللہ بن یوسف الجدید اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد کی موافقت کی ہے۔ (مقدمة معجم المدلسین: ۳۸ و ۲۱۵)
 - ۱۳۔ شیخ الشریف حاتم بن عارف العونی۔
(المرسل الخفی وعلاقته بالتدلیس: ۴۹۰/۱)
 - ۱۴۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد۔
(مقدمة منهج المتقدمین فی التدلیس: ۲۲)
 - ۱۵۔ شیخ ناصر بن حمد الفہد (منهج المتقدمین فی التدلیس: ۱۶۴، ۱۶۵)
 - ۱۶۔ د۔ مسفر بن غرم اللہ الدینی۔ (التدلیس فی الحدیث: ۱۱۷)
- یہ سبھی علما امام ابن مدینی کے قول کو مد نظر رکھتے ہوئے بلکہ اس کے مفہوم مخالف کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔ کیا ان کے مقابلے میں چند مستند علما کے اقوال پیش کیے جاسکتے ہیں؟
- ثانیاً: لوگ سفیان ثوری کی احادیث کے لیے امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کی طرف اس لیے رجوع کرتے تھے کہ انھیں سفیان کی احادیث دیگر رواۃ سے زیادہ حفظ تھیں۔ بنابرین وہ تدلیس شدہ اور مسموع روایات کے مابین خط امتیاز بھی کھینچتے تھے۔
- امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:
- ”ثوری کو سب سے زیادہ جاننے والے یحییٰ بن سعید (قطان رحمہ اللہ) تھے، کیونکہ وہ ان کی تدلیس شدہ اور صحیح مرویات سے باخبر تھے۔“
- (الکامل لابن عدي: ۱/۱۱۱)

گویا دو اسباب کی بنا پر ابن القطان رحمہ اللہ مرجعِ خلافت تھے۔ ① سفیان ثوری کی احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ ② ان کی مدلس اور غیر مدلس روایات سے باخبر تھے۔

اس میں اس دعویٰ کی دلیل نہیں کہ مدلس کا ہر معنی مسترد ہے۔ البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یحییٰ قتان کی سفیان ثوری سے سبھی روایات۔ باستثنائے دو روایات۔ سماع پر محمول کی جائیں گی خواہ ثوری انہیں معنعن بیان کریں۔

ثالثاً: امام ابن القطان رحمہ اللہ نے فرمایا:

”میں نے سفیان (ثوری) سے صرف وہی کچھ لکھا جس میں وہ حدیث

یا حدیثا کہتے تھے۔ سوائے دو حدیثوں کے۔“ (العلل للإمام أحمد: ۱/۲۰۷)

امام ثوری حدیث کے جلیل القدر امام ہیں۔ ان کی مرویات سے ذخیرہ حدیث معمور ہے۔ یقیناً ابن القطان رحمہ اللہ کے پاس بھی اس کا وافر حصہ موجود تھا۔ اور انھوں نے ثوری سے جتنی روایات رقم کیں وہ حدیثی یا حدیثا کے صیغے کے ساتھ تھیں۔ ماسوائے دو روایات کے۔ جنہیں ابن القطان رحمہ اللہ نے بیان کر دیا کہ یہ تدلیس شدہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ثوری بھی ابن القطان رحمہ اللہ کے ہاں قلیل التدلیس تھے۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انھیں ”ما أقل تدلیسہ“ ”ان کی تدلیس کتنی کم ہے؟“ (الکفایۃ) قرار دیا ہے۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ سفیان ثوری نے ان دونوں روایات کے علاوہ دیگر مرویات میں بھی تدلیس کی ہے۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی معروہ حدیث ہے:

”کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھلاؤں؟ انھوں

نے نماز کی ادائیگی کی۔ اور رفع یدین صرف پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ

کے وقت) کیا۔“ (ترمذی: ۲۵۷)

اس حدیث کو سفیان ثوری کی وجہ سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ضعیف گردانا ہے۔ تفصیل کے لیے محترم المقام مولانا زبیر رحمہ اللہ کی کتاب ”نور العینین“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

رابعاً: امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے اسماعیل بن ابی خالد، جو طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں، کی معنعن روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(سؤالات أبي إسحاق ابن الجنيّد لابن معين: ۱۲۴، فقرہ: ۳۱۰؛ التاریخ لابن معين: ۴/۲۰۴، فقرہ: ۳۹۶۳، ۴/۲۹۸، فقرہ: ۴۴۹۰، روایۃ الدوری؛ معرفۃ الرجال لابن معين: ۲۲۳، فقرہ: ۸۴۴، روایۃ ابن محرز)

مقام تاسف ہے کہ ایک صاحب رقم طراز ہیں:

”إسناده ضعيف إسماعيل بن أبي خالد عنعن“

”اس کی سند اسماعیل بن ابی خالد کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔“

خامساً: امام ابن مدینی رحمہ اللہ کے واضح قول کے مقابلے میں کسی مبہم قول سے استنباط بھی درست نہیں۔ بالخصوص ان کے مابعد محدثین امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہما اسی منہج پر رواں دواں رہے۔ گویا اہل فن تدلیس کی قلت اور کثرت کی تاثیر کے قائل تھے۔

شوافع ہی طبقاتی تقسیم کے بانی ہیں:

چھٹے اعتراض کے حوالے سے عرض ہے کہ شوافع کی خوش قسمتی ہے کہ حدیث کی خدمت باعتبار اصطلاحات انہیں کے مقدر میں آئی۔ دوسرے مکاتب فکر مثلاً مالکیہ اور حنابلہ کو بہت کم حصہ ملا۔ اہل رائے کو تو ان چیزوں سے شغف ہی نہیں۔ انہیں شوافع میں سے سب سے پہلے طبقات المدلسین مرتب کرنے والے حافظ

علاء اللہ شافعی ہیں۔ ان کا ترجمہ ”طبقات الشافعية الكبرى للسبكي“ (۱۰/۳۵) اور ”طبقات الشافعية لابن قاضي شہبہ“ (۲/۲۴۲-۲۴۵) میں ہے۔
حافظ علاء اللہ کی تائید کرنے والوں میں علامہ الحکمی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہیں۔ حافظ صاحب نے اپنی دو کتب میں طبقات المدلسین بالتفصیل ذکر کیے ہیں۔

حافظ تقی الدین رحمہ اللہ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر کی نسبت میں ”الشافعی“ بھی ذکر کی ہے۔ (لحظ الألاحظ للحافظ تقی الدین: ۳۲۶، ذیل طبقات الحفاظ للسیوطی: ۳۸۰) یہ دونوں کتب ذیل تذکرۃ الحفاظ کے ذیل میں مطبوع ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مؤید حافظ سخاوی رحمہ اللہ بھی شافعی ہیں۔

(البدر الطالع للشوکانی: ۱۸۴/۲)

مؤظ رہے کہ ان ائمہ کی یہ نسبتیں تقلیدی نہیں، بلکہ زانوائے تلمذتہ کرنے کی وجہ سے ہیں۔ شوافع کے علاوہ دیوبندیہ کے ’امام اہل السنۃ‘ مولانا سرفراز صفدر صاحب بھی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

مولانا سرفراز اور طبقاتی تقسیم:

۱۔ مولانا صاحب لکھتے ہیں:

”پہلے توجیہ النظر کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے کہ ابوالزبیر کا شمار ان مدلسین میں ہے جن کی تدلیس کسی صورت میں مضر نہیں ہے۔ ایک سند یوں آتی ہے: ”عن أبي الزبير عن أبي سعيد...“ امام دارقطنی لکھتے ہیں: ”هذا إسناد صحيح“ (۱/۱۳۳) امام دارقطنی اس مععن سند کو صحیح کہتے ہیں۔“ (أحسن الكلام: ۱/۲۷۵، ۲۷۶)

- ۲۔ ”ابراہیم کی تدلیس مضر نہیں۔“ (أحسن الكلام: ۱/ ۳۲۳)
- ۳۔ ”قادة کا شمار ان مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی کتاب میں مضر نہیں!“
(أحسن: ۱/ ۲۰۱)
- ۴۔ ”تدلیس کرنے والے راویوں کا ایک گروہ وہ بھی ہے جن کی تدلیس کسی طرح مضر نہیں ہے۔ اور محدثین ان کی معنعن حدیثوں کو بھی صحیح سمجھتے ہیں۔ جن میں خصوصیت سے ابواسحاق السبعی کا نام پیش کیا گیا ہے۔“
(أحسن: ۱/ ۲۴۹)
- ۵۔ ”محدثین اور محققین کے صنع سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن عجلان، قتادہ، سفیان ثوری اور حسن بصری وغیرہ کی طرح ان مدلسین میں شامل ہیں، جن کی تدلیس کسی صورت مضر نہیں ہے۔“ (أحسن: ۱/ ۲۷۸)

علامہ محمود سعید مدوح:

یہ متعصب خفی بھی طبقاتی تقسیم کے قایل ہیں۔ بنا بریں وہ ابوالزبیر المکی کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیتے ہیں۔ اور محدث البانی رحمہ اللہ پر برستے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے: (مقدمہ: تنبیہ المسلم إلى تعدی الألبانی علی صحیح مسلم)

نتیجہ واضح ہے کہ دیوبند بھی طبقاتی تقسیم کے قایل ہیں۔ ورنہ ابوالزبیر کے عنعنہ کے مقبول ہونے کا کیا مطلب؟

یہ درست ہے کہ اس مکتب فکر کے لوگ مطلب برآری کے لیے رواۃ کا طبقہ تبدیل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ اہل علم ان کا تعاقب کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا مقصود صرف اسی قدر ہے کہ ان کے ہاں مدلسین کا یکساں حکم نہیں۔ اسی طرح یہ دعویٰ کرنا کہ مولانا ارشاد الحق رحمہ اللہ بھی امام ابن مدینی رحمہ اللہ کے ہمنوا نہیں، عجلت کا آئینہ دار ہے۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ مولانا صاحب نے

امام ابن مدینی اور امام مسلم رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ”برصغیر کے چیدہ چیدہ محدثین کی آرا۔“

مسلمانوں کا اتفاق:

ساتویں اعتراض کا جواب تیسرے اعتراض کے جواب میں بہ عنوان ”متقدمین سے صراحتیں“ گزر چکا ہے۔ جس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ ثانیاً: بلاشبہ مدلسین کے طبقات کا تعین نہایت کبل ہے۔ بلکہ کسی عنعنہ پر تدلیس کا حکم بھی بسا اوقات نہایت دشوار ہوتا ہے۔ جو جہاں ذہ ائمہ فہن کا وظیفہ ہے۔ باقی رہا مسلمانوں کا اتفاق تو یہ بھی انتہائی عجیب ہے۔ تدلیس اور مدلس کا عنعنہ اہل علم بالخصوص ائمہ محدثین کا کام ہے نہ کہ عوام کا۔ اسی طرح ان ائمہ کرام میں بھی فرق مراتب کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کے علمی مرتبہ کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ محض تعداد بڑھانے کے لیے ادھر ادھر سے اقوال اکٹھے کرنا فن کی کوئی خدمت نہیں۔

اختلافی مسائل کی کتب میں اصول کی پاسداری:

آٹھویں اعتراض کے حوالے سے عرض ہے کہ جو راسخین فی العلم ہیں یا جنہیں مصطلح پر کامل عبور ہے وہ طبقاتی تقسیم کے قایل ہیں۔ انہوں نے اختلافی مسائل کی کتب میں اس اصول کا پاس کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے ہم ان اعلام کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں:

- ۱۔ محدث عبدالرحمن مبارکپوری کی کتاب ”أبکار المنن فی تنقید آثار السنن“
- ۲۔ محدث العصر محمد گوندلوی ”خیر الکلام فی وجوب الفاتحة خلف الإمام“
- ۳۔ محدث ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ ”توضیح الکلام فی وجوب القراءة خلف الإمام“

یہاں تک امام ابن مدینی رحمہ اللہ کے قول پر اعتراضات کا جواب مکمل ہوا۔
اب ہم ان کے بعد امام احمد رحمہ اللہ کا موقف بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

امام احمد رحمہ اللہ کا موقف:

ایک صاحب رقطراز ہیں: اس تصریح کے مقابلے میں امام احمد رحمہ اللہ کا قول: ”مجھے معلوم نہیں۔“ ”سؤالات أبي داود“ (۱۹۹) پیش کرنا بے فائدہ اور مرجوح ہے۔

امام احمد کے قول کے مقابلے میں ’تصریح‘ نے راقم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ بھی ملاحظہ کیجیے کہ وہ ہے کیا؟

’تصریح‘ کی عجیب منطق:

”تصریح“ یہ ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ میری ضرورت کے مطابق امام شافعی کی چند کتب ارسال کریں۔ انھوں نے میرے پاس کتاب الرسالة روانہ کی۔ (الجرح والتعديل: ۲۰۴/۷)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ امام احمد کتاب الرسالة سے متفق تھے۔ مسئلہ تدلیس میں انھوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کی تردید نہیں کی۔ لہذا ان کے نزدیک بھی تدلیس کی معنعن روایت ضعیف ہے۔ خواہ قلیل التدلیس کی ہو یا کثیر التدلیس کی۔ نیز امام احمد رحمہ اللہ نے کتاب الرسالة کو بہ غور پڑھا تھا۔

یہ ہے تصریح!

جو قول ہم نے ذکر کیا تھا وہ معذرت کے ساتھ دوبارہ پیش خدمت ہے۔

امام ابو داود فرماتے ہیں:

”سمعت أحمد، سئل عن الرجل يعرف بالتدليس، يحتج

فیما لم یقل فیہ: سمعت؟ قال: لا أدری، فقلت: الأعمش، متى تصاد له الألفاظ؟ قال: يضيق هذا۔ ائ: أنك تحتج به“ (سؤالات ابی داود للأمام أحمد: ۱۹۹، فقرة: ۱۳۸)

”میں (ابوداود) نے احمد سے سنا، ان سے معروف بالتدلیس (تدلیس کی وجہ سے شہرت یافتہ) راوی کے بارے میں پوچھا گیا کہ جب وہ سمعت نہ کہے تو اس کی (معنعن) روایت سے احتجاج کیا جائے گا؟ امام احمد نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں۔ میں نے دریافت کیا: اعمش (کی تدلیس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کے لیے الفاظ کیسے تلاش کیے جائیں گے؟) (ان کی مرویات کو کیسے مجتمع کیا جائے گا جن میں سماع کی صراحت نہیں) امام صاحب نے فرمایا: یہ نہایت کٹھن ہے۔ یعنی آپ (اعمش کی معنعن روایات سے) احتجاج کرتے ہیں۔“

قارئین عظام! ”تصریح“ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا باہمی موازنہ ملاحظہ کیجیے اور تصریح کا فیصلہ خود کیجیے۔

- ۱۔ کتاب الرسالة امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔ سؤالات ابی داود امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔ یعنی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے استفسارات کا مجموعہ ہے۔
- ۲۔ کتاب الرسالة اصول فقہ پر مشتمل ہے۔ سؤالات خالصتاً جرح و تعدیل و اسماء الرجال کے متعلق ہے۔

- ۳۔ کتاب الرسالة کا ارسال (روانہ کرنا) یا اس کی تعریف کرنا تصریح ہے یا اس کے مقابلے میں سائل کا تدلیس کی بابت سوال کرنا؟

- ۴۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ تدلیس میں اعلیٰ قاعدہ ذکر نہ کرنا تصریح ہے یا اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت اور نہ مخالفت کرنا؟

بایں وجہ ایسی ”تصریح“ کی نظیر آپ کو اہل علم کے ہاں دکھائی نہیں دے گی۔ یہ بھی نہایت دلچسپ ہے کہ ایک طرف ”تصریح“ پر اس قدر اصرار، جبکہ دوسری جانب اس قدر تقاضا کہ

”امام شافعی کا اسنادہ صحیح وغیرہ کہنے کے بغیر مجرد روایات بیان کرنا حجت پکڑنا نہیں ہے۔“

ان دونوں (تصریح، تقاضا) میں بعد المشرقین ہے۔ مطلب برآری کے لیے ”تصریح“ کی میسا کھیاں اور مسترد کرنے کے لیے ”اسنادہ صحیح“ کے الفاظ کی تمنا۔ امام احمد رحمہ اللہ کا موقف ان کے دوسرے قول سے مزید واضح ہوتا ہے۔ وہ محمد بن اسحاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

”هو كثير التدليس جدًا، فكان أحسن حديثه عندی ماقال:

أخبرني وسمعت“ (الجرح والتعديل: ۷/ ۱۹۴)

”محمد بن اسحاق زبردست مدلس ہیں۔ میرے نزدیک ان کی سب سے عمدہ حدیث وہ ہے جس میں وہ کہیں: ”أخبرني“ یا ”سمعت۔“

ہمارا استدلال یہ ہے: ”أخبرني و سمعت“، ”هو كثير التدليس جدًا“ کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں۔ یعنی جب مدلس کثیر التدلیس ہوگا اسی وقت اس سے ”أخبرني و سمعت“ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

کتب رجال کھگانے کے باوجود ہمیں ایسا کوئی قول نہیں ملا۔

”قليل التدليس، فكان أحسن حديثه عندی ما قال: أخبرني وسمعت“

”قليل التدليس ہے۔ میرے نزدیک اس کی سب سے عمدہ حدیث وہ ہے جس میں وہ سماع کی صراحت کرے۔“

بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کے علاوہ کسی اور ناقد کا بھی ایسا قول دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس لیے یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ قلت اور کثرت کے قائل ہیں۔ اور وہ تصریح سماع کثیر التذلیس یا اس قلیل التذلیس سے طلب کرتے ہیں جو فی الواقع تذلیس کر رہا ہو۔ ہر قلیل التذلیس سے صراحت سماع کا تقاضا ان کا منہج نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کے بارے میں جو فرمایا ہے دکتور خالد بن منصور نے اس کی نہایت عمدہ وضاحت کی ہے:

”امام احمد نے اس (ابن اسحاق) کی تذلیس کی کثرت اور اس کے سماع کی صراحت کو لازم قرار دینے پر تنبیہ کی ہے، تاکہ اس کی حدیث کو حسن قرار دیا جاسکے اور اسے قبول کیا جائے۔“ (الحديث الحسن: ۱/ ۴۷۷)

امام احمد کے قول سے مستدللین علماء:

امام احمد رحمہ اللہ کے قول ”لا أدري“ (میں نہیں جانتا) کی جو تعبیر و توضیح ہم نے عرض کی ہے وہی تعبیر عصر حاضر کے مقتدر اہل علم نے کی ہے۔ اگر ان کی عبارتوں کو نقل کیا جائے تو یقیناً یہ طوالت کا باعث ہوگا۔ اس لیے ہم ان کے حوالوں پر اکتفا کر رہے ہیں۔

- ۱۔ شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن (بہجة المنتفع: ۴۰۲، ۴۰۳)
- ۲۔ دکتور الشریف حاتم بن عارف (شرح موقظة الذهبي: ۱۵۸)
- ۳۔ دکتور خالد بن منصور الدریس (الحديث الحسن: ۱/ ۴۷۶)
- ۴۔ شیخ عبداللہ بن یوسف الجدلج (تحریر علوم الحديث: ۲/ ۹۷۴)
- ۵۔ شیخ محمد طلعت نے شیخ جدلج کی تائید کی ہے۔ (مقدمه معجم المدلسين: ۳۹)
- ۶۔ شیخ ناصر بن حمد الفہد (منهج المتقدمين في التدليس: ۱۶۶)

۷۔ محقق سوالات ابی داود (دکتور زیاد) (تحقیق: سوالات ابی داود: ۱۹۹)

۸۔ دکتور عواد الخلف (روایات المدلسین فی صحیح مسلم: ۶۵)

امام بخاری قلت تدلیس کے قائل ہیں:

گزشتہ صفحات میں امام بخاری رحمہ اللہ کا سفیان ثوری کے متعلق یہ قول: ”ما أقل تدلیسہ؟“ ان کی تدلیس کتنی تھوڑی ہے۔“ گزر چکا ہے جو نص قاطع ہے کہ اہل اصطلاح تدلیس کی قلت و کثرت کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر وہ سبھی مدلسین کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں تو امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ صراحت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ نہایت کم تدلیس کرتے ہیں؟ اس حوالے سے راقم الحروف نے اپنے سابقہ مضمون میں تقریباً پونے دو صفحات پر مشتمل بحث لکھی۔

سوال یہ ہے کہ کیا امام بخاری رحمہ اللہ اہل اصطلاح نہیں؟ کیا امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابن مدینی رحمہ اللہ، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر کبار ائمہ کی اصطلاحات سے ناواقف تھے؟ کیا ان سبھی محدثین کا موقف یکساں نہ تھا؟

امام مسلم کا قول فیصل:

امام مسلم کا قول اس تقسیم پر نص صریح کی حیثیت رکھتا ہے کہ صراحت سماع کا

تقاضا

www.KitaboSunnat.com

۱۔ عرف بالتدلیس

۲۔ وشہرہ، جو تدلیس کی وجہ سے معروف اور شہرت یافتہ ہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم: ۲۲) جیسے اوصاف سے متصف مدلس سے کیا جائے گا۔

راقم الحروف نے عرض کیا تھا کہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اس میں دو احتمال ذکر کیے ہیں۔ پہلا احتمال کثرت تدلیس سے متعلق تھا۔ دوسرا امام شافعی رحمہ اللہ کے

موافق تھا۔ ہم نے پہلے احتمال کو رائج قرار دیا، کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تدلیس میں شہرت نہیں مل سکتی۔

مگر بعض فضلاء نے بدون دلیل حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے ذکر کردہ دونوں احتمالوں کو رائج قرار دیا ہے، حالانکہ حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ امام مسلم کثیر التذلیس کا حکم بیان کر رہے ہیں، مگر ہمارے محقق کو اپنے موقف پر اصرار ہے اور وہ بھی بغیر دلیل کے۔

ثانیاً: اس کے ساتھ ہی ہم نے حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے ذکر کردہ دوسرے احتمال کی بابت لکھا: ”تدلیس کی بنا پر راوی اسی وقت مشہور ہوگا جب وہ کثرت سے تدلیس کرے گا۔ رہا ایک حدیث میں تدلیس کرنا یا ایک ہی بار تدلیس کرنا تو اس سے تدلیس میں شہرت نہیں مل سکتی۔“ (محدث: ۴۶)

ہمارے اس قضیہ کا کوئی جواب نہیں آیا۔ نیز امام مسلم رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ استدلال اس بیچ مداں ہی کا نہیں، دیگر اہل علم کی تائید بھی ہمیں حاصل ہے۔

امام مسلم کے قول سے استدلال کرنے والے علما:

۱۔ استاذ اثری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”مام مسلم تو اس مدلس کی مععن روایت پر نقد کرتے ہیں جو تدلیس میں معروف و مشہور ہو۔ ان کے الفاظ ہیں: ”إذا كان الراوى ممن عرف بالتدليس في الحديث وشهره“ (مقدمة صحيح مسلم: ۱/۲۳)“ (توضيح الكلام: ۳۱۴)

۲۔ دكتور عواد الخلف: (روایات المدلسين في صحيح البخاري: ۳۱)

۳۔ شیخ الشریف حاتم بن عارف: (المرسل الخفی وعلاقته بالتدليس ۱/۴۹۱)

- ۴۔ شیخ البعبیة (بہجة المتنفع: ۴۰۲)
 ۵۔ دکتور علی بن عبد اللہ الصیاح (الموسوعة العلمية الشاملة: ۱/ ۲۰۱)
 ۶۔ شیخ ناصر بن حمد الفہد (منہج المتقدمین فی التدلیس: ۹۲)
 ۷۔ شیخ عدنان علی الخضر (الموازنة: ۳۳۳)

قارئینِ کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام ابن معین، احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ کے اقوال پر جو اعتراضات وارد ہوئے ہیں ان کی علمی اور تحقیقی میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔ محض اعتراض براے اعتراض اور دل بہلانے کا اچھا ذریعہ ہے۔

اگر کسی کو پھر بھی اپنے موقف پر اصرار ہے تو ان اہل اصطلاح سے ثابت کریں کہ سبھی مدلسین کا حکم یکساں ہے۔ نہ کہ ناقدین فن کے اقوال کی مختلف ریک تاولیس کرتے پھریں۔

پانچ حوالے معتبر ہیں:

بعض لوگ بحث خلط ملط کرنے کے لیے ایسے ایسے حوالے پیش کرنے سے چوکتے نہیں جو نزاعی نہیں۔ جس میں وہ کثیر التدلیس کی معنعن روایتیں اور تلیل التدلیس راوی کی تدلیس شدہ روایات پیش کرتے ہیں۔ اختلاف تو اس نکتہ میں ہے کہ قلیل التدلیس کا معنعن بہر صورت مردود ہے یا نہیں؟

جن کے ہاں قلت اور کثرت تدلیس کا کوئی امتیاز نہیں ان میں:

- ۱۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ہمنواؤں میں
 - ۲۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۔ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ
 - ۴۔ ابوبکر صیرفی رحمہ اللہ اور ۵۔ نووی رحمہ اللہ ہیں۔
- یہ پہلا گروہ ہے۔ دوسرے گروہ میں دیگر محدثین ① امام احمد رحمہ اللہ ② امام

اسحق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ - (۳) اور فقیہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے اقوال کتاب الرسالۃ کے متعلق ہیں۔ یا انھیں کتاب الرسالۃ کی تائید میں پیش کیا گیا ہے۔
تیسرے گروہ میں حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتاب کی تلخیص، تشریح وغیرہ کرنے والے محدثین ہیں۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

کتاب الرسالۃ کے متعلقین:

پہلے گروہ میں مذکور محدثین کے صریح اقوال موجود ہیں، کیونکہ ان کی اساس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس کی انھوں نے وضاحت بھی کی ہے جبکہ بعض نے اسے اپنے موقف کے طور پر بیان کیا ہے، چونکہ یہ موقف ائمہ علل کے خلاف ہے، لہذا مرنوح ہے۔

دوسرے گروہ میں سب سے پہلے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نام مذکور ہے۔ حالانکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قطعی طور پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنوا نہیں، جیسا کہ نہایت بسط سے پہلے یہ مذکور ہو چکا ہے۔

امام ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے نہ مخالفت میں۔

باقی رہا یہ دعویٰ کہ علامہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس کتاب الرسالۃ کو پڑھا اور پڑھایا، انھوں نے مسئلہ تدلیس میں رد نہیں کیا، لہذا وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنوا ہیں۔ حالانکہ مسئلہ تدلیس میں فقیہ مزنی نے امام شافعی کے موقف کا صراحتاً اثبات کیا ہے اور نہ نفی۔ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنوا تھے تو تب بھی ان کا موقف مرجوح ہے، کیونکہ وہ اہل اصطلاح نہیں، بایں وجہ ناقدین فن کے مقابلے میں ان کے قول کی کوئی حیثیت نہیں، بشرط کہ وہ دستیاب ہو۔

ثانیاً: بلاشبہ امام مزنی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے علم کے وارث ہیں مگر ان کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں نہیں ہوتا اور نہ معرفتِ علل الحدیث میں ان کا وہ مقام تھا جو مسائل فقہ میں تھا۔ اس لیے ان کی محض کتاب الرسالۃ کی تدریس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف میں کوئی اضافہ کا باعث نہیں ہے۔

فقہ مزنی رحمہ اللہ کے استاذ امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کی معرفتِ علل الحدیث کے معترف تھے۔ اسی لیے وہ فرماتے: ”تم حدیث اور رجال کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ جب کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے مطلع کر دو۔“

(العلل و معرفة الرجال: ۱/ ۴۶۲، فقرہ: ۱۰۵۵)

اس لیے جب مسئلہ تدلیس میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مرجوح ہوگا تو فقہ مزنی رحمہ اللہ کا بہ طریق اولیٰ غیر معتبر ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مؤیدین میں امام احمد رحمہ اللہ، امام اسحاق رحمہ اللہ اور فقہ مزنی رحمہ اللہ کو پیش کرنا قابلِ قبول نہیں۔

تیسرا گروہ: مقدمہ ابن الصلاح کے متعلقہ:

حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ مدلس کا حکم تحریر کرتے ہیں:

”بعض محدثین اور فقہا نے تدلیس کو باعثِ جرح قرار دیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے: اس کی روایت بہر صورت مقبول نہیں، خواہ وہ سماع کی صراحت کرے یا نہ کرے۔“

جبکہ صحیح اس میں تفصیل ہے۔ جس روایت کو مدلس محتمل صیغے سے روایت کرے۔ اس میں سماع اور اتصال کی وضاحت نہ کرے تو اس کا حکم مرسل اور اس کی مختلف اقسام کا ہے۔ جس روایت کو وہ ایسے لفظ سے بیان کرے جو اتصال کو واضح کرے۔ جیسے ”سمعت، حدثنا، أخبرنا“ وغیرہ ہیں وہ مقبول اور محتج بہ ہے... کیونکہ تدلیس جھوٹ نہیں بلکہ وہ محتمل لفظ سے (سماع کا وہم) ڈالنے کی ایک

صورت ہے۔ (عمومی) حکم یہ ہے کہ مدلس کی روایت اس وقت قبول کی جائے گی جب وہ (سماع کی) وضاحت کرے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ اس مدلس پر لاگو کیا ہے جن کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: ہم نے اسے پہچانا ہے کہ اس نے ایک بارتدلیس کی ہے۔“ (مقدمہ ابن الصلاح: ۶۷-۶۸)

اس قطعہ میں حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو مدلس کی روایت کو مطلق طور پر رد کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک جس طرح راوی نے ایک بار جھوٹ بولا تو اس کی سبھی مرویات مسترد ہیں اسی طرح جس نے ایک بارتدلیس کی اس کی سبھی مرویات رد ہیں۔ خواہ وہ صراحت سماع کرے۔ مصنف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ صراحئاً جھوٹ نہیں بولتا، بلکہ سماع کا شبہ پیدا کرتا ہے۔ لہذا مدلس اور کاذب کی روایت میں تفریق کی جائے گی۔ اگر مدلس اپنے سماع کی توضیح کرے تو اس کی روایت مقبول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں یہ حکم اس راوی کے بارے میں ہوگا جو ایک بارتدلیس کرے گا۔

یہاں حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے کا اثبات نہیں کیا۔ بلکہ ان کا قول بہ طور فائدہ ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ عام اہل علم کا اسلوب بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا یہ دعویٰ کہ حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کا اثبات کیا ہے، اہل علم اس کی معقولیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

حافظ صاحب کی مذکورہ بالا کتاب (مقدمہ ابن الصلاح) شہرہ آفاق ہے۔ مصطلح کی اس کتاب میں اصول نہایت عمدگی سے بیان کیے گئے ہیں۔ قبل ازیں مصطلح بکھری ہوئی تھی۔ جنہیں جمع کرنے اور ان کی تنقیح کرنے کی وجہ سے مصنف کا امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ اس کی متعدد شروحات، مختصرات اور

شروحات، مختصرات اور منظومات لکھی گئیں۔ جن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قرآن بعد قرن نقل ہوتا چلا گیا۔ جس سے بعض اہل علم کو غلط فہمی ہوئی کہ مصنفین مصطلح نے اس رائے کا اثبات کیا ہے۔ جس میں انھوں نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، طبری رحمۃ اللہ علیہ، بلقیانی رحمۃ اللہ علیہ، آبناسی رحمۃ اللہ علیہ، سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، عراقی رحمۃ اللہ علیہ، سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور یوں زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پیش کر دیے۔

ان میں سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنوا ہیں۔ جس کی صراحت انھوں نے مقدمہ صحیح مسلم میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ضمن میں کی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا عمل اس سے مختلف بھی ہے۔ چنانچہ ”المجموع شرح المہذب“ اور ”ریاض الصالحین“ وغیرہ کتب میں وہ کثیر التدلیس راوی پر تو تنقید کرتے ہیں، قلیل التدلیس کے عنعنہ سے اغماض کرتے ہیں۔ آئندہ اس کی تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ

ان کے علاوہ مذکورہ بالا محدثین سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کا اثبات نہیں مل سکا۔ بایں وجہ انھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمنوا قرار دینا، بھی درست نہیں، بلکہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمرہ میں شامل کرنا عجلت کی نشانی ہے۔ درحقیقت وہ بھی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

دوسرا جواب:

جن محدثین کو امام شافعی کا ہمنوا قرار دینے کی سعی کی گئی ہے وہ بھی مدلسین کی معنعن روایتوں کو قبول کرتے ہیں۔ سرِ دست امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ کی آرا حاضر خدمت ہیں:

۱۔ اسماعیل بن ابی خالد طبقہ ثنائیہ کے مدلس ہیں۔ جن کی ایک روایت کو امام

نوی نے ﷺ نے اسنادہ صحیح قرار دیا ہے۔ (المجموع: ۵/ ۳۲۰)
 ہمارے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے، بلکہ اسے کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا،
 مگر محترم زبیر صاحب فرماتے ہیں: ”یہ روایت اسماعیل کی تدلیس کی وجہ سے
 ضعیف ہے۔“ (الحديث: شماره ۳۸، جولائی ۲۰۰۷، صفحہ ۲۲، ۲۳، حضرو، انک)

۲۔ نوی نے اعمش کی روایت پر حکم لگایا: ”إسناده جيد، هذا حديث حسن“
 (المجموع ۱/ ۳۸۲) الأذکار: ۱/ ۸۲، حديث: ۵۳، رياض الصالحين“ وغیرہ۔
 اس روایت کو دیگر محدثین نے بھی صحیح قرار دیا ہے مگر محترم زبیر صاحب لکھتے ہیں:
 ”إسناده ضعيف، الأعمش مدلس، وعن عن في هذا اللفظ“
 (ضعيف سنن أبي داود: ۴۱۴، أنوار: ۱۴۷، وضعيف ابن ماجه: ۴۰۲، أنوار: ۳۹۲)
 ”اس کی سند ضعیف ہے۔ اعمش مدلس ہیں۔ انھوں نے یہ لفظ معنعن
 بیان کیا ہے۔“

۳۔ نوی اعمش کی دوسری روایت پر حکم لگاتے ہیں: ”إسناده صحيح“
 (المجموع ۴/ ۲۹۵) محترم زبیر صاحب رقمطراز ہیں:
 ”إسناده ضعيف، الأعمش عنعن“

(ضعيف سنن أبي داود: ۵۹۷، أنوار: ۳۵)

”اس کی سند ضعیف ہے، اعمش نے عنعن سے بیان کیا ہے۔“

۴۔ حسن بصری کی روایت کے بارے میں امام نوی نے فرماتے ہیں:

”حديث صحيح: رواه أبو داود بأسانيد صحيحة“

(المجموع: ۲/ ۸۸، الأذکار: ۱/ ۹۰، حديث: ۸۱، الإيجاز في شرح سنن أبي

داود: ۱۳۵)

”صحیح حدیث ہے۔ ابو داود نے اسے صحیح سندوں سے روایت کیا

ہے۔“

علامہ نووی رحمہ اللہ کو ”بأسانید صحیحہ“ کے بجائے باسناد صحیح کہنا زیادہ موزوں تھا، کیونکہ اس حدیث کی ایک ہی سند ہے۔

امام ابن الملقن:

۱۔ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ ابن عیینہ کی معنعن روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”هذا الحديث صحيح“ (البدر المنير: ۴/۱۳)

”یہ حدیث صحیح ہے۔“

محترم زبیر صاحب فرماتے ہیں:

”إسناده ضعيف، سفیان بن عیینة مدلس، وعنعن فی هذا

اللفظ“ (ضعيف سنن النسائي: ۱۲۷۸، أنوار الصحيفة: ۳۳۱)

”اس کی سند ضعیف ہے۔ سفیان بن عیینہ مدلس ہیں۔ اور انھوں نے

یہ لفظ معنعن بیان کیا ہے۔“

۲۔ اعمش کی معنعن روایت کی بابت ابن الملقن رحمہ اللہ کا فیصلہ ہے:

”هذا الحديث صحيح“ (البدر المنير: ۲/۲۰۰)

”یہ حدیث صحیح ہے۔“

محترم زبیر صاحب لکھتے ہیں:

”إسناده ضعيف، الأعمش مدلس، وعنعن فی هذا اللفظ“

(ضعيف سنن أبي داود: ۴۱۴۱، أنوار: ۱۴۷، وضعيف ابن ماجه: ۴۰۲، أنوار: ۳۹۲)

ہم انہی چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ تتبع سے اس کی مزید مثلہ بھی

مل سکتی ہیں۔ ہمیں یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف بعض

حضرات نے صرف نظریاتی طور پر اپنایا ہے۔ تطبیقی میدان میں وہ متقدمین اہل

اصطلاح کے ہمنوا ہیں۔

تیسرا جواب

اگر ان ائمہ (مصنفین کتب مصطلح) کا محض نقل ہی موافقت ہے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو بھی ان میں شامل کرنا پڑے گا، کیونکہ انھوں نے بھی امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف بدون تنقید نقل کیا ہے۔ (مقدمۃ لسان المیزان: ۱/ ۱۹)

سوال یہ ہے کہ کیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے ہمنوا ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر طبقاتی تقسیم پر ان کا اس قدر اصرار کیوں تھا؟ معلوم ہوا کہ محض نقل ہی موافقت کی دلیل نہیں بنتی، بلکہ اس کے اثبات کے لیے داخلی اور خارجی قرائن کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ یا کوئی محدث بہ ذات خود اپنے موقف کی صراحت فرمادے۔ جس طرح خطیب بغدادی، امام ابن حبان، ابوبکر صیرنی اور نووی رحمہم نے کی ہے۔

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ حافظ سخاوی رحمہ اللہ کو شمار کرنا عجالت کا آئینہ دار ہے، کیونکہ وہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تائید میں طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں:

حافظ سخاوی کی غلط ترجمانی:

بلاشبہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ بعد ازاں اس کی شرح بھی کی ہے۔ جسے موافقت باور کرایا جاتا ہے۔ مگر حافظ سخاوی رحمہ اللہ دیگر اہل اصطلاح کی مانند مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

”تمتہ: المدلسون مطلقاً علی خمس مراتب، بینہا شیخنا رحمہ اللہ فی تصنیفہ المختص بہم المستمد فیہ من

جامع التحصیل للعلائی وغیرہ۔ من لم یوصف به إلا نادراً من كان تدلیسه قليلا بالنسبة لماروی مع إمامته“
(فتح المغیث: ۱/ ۲۲۸)

”تمتہ: مطلق مدلسین کے پانچ مراتب ہیں۔ جنہیں ہمارے استاذ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب، جو مدلسین کے لیے مختص ہے، میں جامع التحصیل للعلائی وغیرہ سے استفادہ کرتے ہوئے بیان کیے ہیں۔ بعض مدلسین ایسے ہیں جنہوں نے نہایت کم تدلیس کی ہے بعض کی تدلیس ان کی مرویات کے تناسب سے نہایت کم ہے۔ ان کی امامت کی وجہ سے (ان کی معتنع روایتوں کو قبول کیا گیا ہے)۔“
قارئین! فیصلہ آپ کر سکتے ہیں کہ امام سخاوی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مؤید ہیں یا امام شافعی رحمہ اللہ کے؟

حافظ ابن حجر کی ناقص ترجمانی:

بعض لوگ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے درج ذیل قول سے یہ باور کراتے ہیں کہ ایک دفعہ تدلیس ثابت ہو جانے پر بھی حافظ صاحب مدلس کا عنعنہ صحت کے منافی سمجھتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ راقم ہیں:

”صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے،

اگرچہ وہ عادل ہو تو اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس

میں وہ سماع کی تصریح کرے۔“ (نزهة: ۶۶)

حالانکہ اس قول میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مدلسین کا عمومی حکم بیان فرما رہے ہیں۔ نہ کہ قلیل التدلیس راوی کا۔ اگر سبھی کا حکم یکساں ہے تو مدلسین کے مراتب چہ معنی دارد؟ پہلے اور دوسرے طبقے کی روایت کو سماع پر محمول کرنے کے کیا معنی

ہیں؟ متقدمین ائمہ فہن سے کثیر التذلیس اور قلیل التذلیس کی صراحتیں نقل کرنا کیا بے معنی ہیں؟

ثانیاً: تذلیس باعث جرح ہے۔ بعض محدثین نے مدلسین پر سخت نکیر کی ہے، مگر تذلیس کی اس عمومی شاعت سے یہ باور کرانا کہ مدلس کا ہر عنعنہ صحت کے منافی ہے، محل نظر اور کبار محدثین کے موقف کے برعکس ہے۔

امیر میمانی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں:

اسی طرح یہ دعویٰ کرنا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا قول کو محمد بن اسماعیل میمانی رحمہ اللہ نے بہ طور جزم اور بغیر کسی تردید کے نقل کیا ہے، لہذا وہ بھی ان کے موافق ہیں، درست نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کا جواب ابھی گزر چکا ہے۔

ثانیاً: صاحب سبل السلام میمانی رحمہ اللہ بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طرح طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں، بلکہ انھوں نے ”النکت لابن حجر“ وغیرہ سے مدلسین بھی نقل کیے ہیں۔ تقریباً سات صفحات پر مشتمل انہوں نے طبقاتی تقسیم ذکر کی ہے۔ ملاحظہ ہو: (توضیح الأفكار للصنعانی: ۱/ ۳۶۰، طبقہ اولیٰ: ۱/ ۳۶۲، طبقہ ثانیہ: ۱/ ۳۶۳، طبقہ ثالثہ)

اس لیے مبہم اور مجمل قول پر بنیاد رکھنا نامناسب عمل ہے۔

امام حمیدی کے قول پر بے جا اعتراض:

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام حمیدی رحمہ اللہ کے قول میں تذلیس کا لفظ یا معنی موجود نہیں۔ اس حوالے سے پہلے امام حمیدی رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ ہو۔ ”اگر کوئی آدمی کسی شیخ کی مصاحبت اور اس سے سماع میں معروف ہو جیسے

۱۔ ابن جریج عن عطاء ۲۔ ہشام بن عروہ عن أبیہ
 ۳۔ اور عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر ہیں۔ جو ان جیسے ثقہ ہوں اور اکثر روایات
 میں اپنے شیخ سے سماع غالب ہو۔ (الكفایة: ۲/ ۴۰۹، رقم: ۱۱۹۰)
 آپ نے ملاحظہ کیا کہ امام حمیدی رحمہ اللہ نے تین مثالیں ذکر کی ہیں۔ پہلی
 مثال ابن جریج عن عطاء سے متعلق ہے۔ ابن جریج کثیر التذلیس مدلس ہیں، مگر
 ان کی عطاء سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے عطا کی شاگردی
 میں سترہ یا بیس برس کا طویل عرصہ گزارا ہے جو ہمارے موقف کا مؤید ہے کہ اگر
 کثیر التذلیس کسی شیخ کی صحبت میں معروف ہو تو اس کی اس شیخ سے معین روایت
 سماع پر محمول کی جائے گی۔ جس کی تفصیلات بجز اللہ ہمارے مضمون میں موجود ہیں۔
 بعض اہل علم نے یہ اعتراض بھی وارد کیا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ
 طبقاتی تقسیم صحیح نہیں اور نہ اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔

عرض ہے کہ حافظ صاحب کی طبقاتی تقسیم مجموعی اعتبار سے درست ہے۔ کسی
 خاص راوی کے طبقے میں اختلاف ایک علیحدہ بات ہے، بلکہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
 نے ”النکت علی کتاب ابن الصلاح“ میں اپنی کتاب طبقات المدلسین
 کے خلاف رواۃ کے طبقات میں تبدیلی کی ہے۔ جو مشعر ہے کہ یہ معاملہ اجتہادی
 نوعیت کا ہے۔ جو دلائل اور قرائن کی بنا پر مختلف ہو سکتا ہے۔

مستند علمائے امت بھی حافظ صاحب کی اس طبقاتی تقسیم پر نقد کرتے ہیں کہ
 یہ راوی فلاں طبقے میں مذکور ہونا چاہیے تھا مگر حافظ صاحب نے اسے فلاں درجے
 میں ذکر کیا ہے، بلکہ ان سے قبل علای رحمہ اللہ نے اسے فلاں طبقے میں ذکر کیا ہے۔
 یا فلاں مدلس تذلیس الشیوخ وغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے جس میں معنعنہ کا کوئی دخل
 نہیں۔ ایسا نہیں کہ سبھی کے معنعنہ کو مسترد کیا جائے۔ جیسا کہ بعض الناس نے اس

کام کا پڑھ اٹھایا ہے۔ اور وہ حافظ علائی رحمہ اللہ، ابن حجر رحمہ اللہ، احملمی رحمہ اللہ کی کاوشوں کو رائیگاں کرنے کے درپے ہیں۔

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب رقمطراز ہیں:

”بداشبہ ہم طبقات کی تقسیم کو حرف آخر نہیں سمجھتے۔ یہ تقسیم استقرائی ہے۔ اور دلائل و براہین کی بنا پر اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن دھینگا مشتی سے اس کی تردید اہل علم کو زیبا نہیں۔“ (توضیح الکلام: ۳۷۳)

حافظ ابن حجر کے مؤیدین:

حافظ صاحب کی طبقاتی تقسیم کو سبھی علمائے امت نے سراہا ہے۔ مدلسین کی مربوط تقسیم سب سے پہلے حافظ علائی رحمہ اللہ نے کی، جن کی تائید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ احملمی رحمہ اللہ نے کی۔ گویا ان تینوں کی آرا یکساں ہیں:

۴۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (فتح المغیث: ۱/ ۲۲۸)

۵۔ امیر یمانی صنعانی رحمہ اللہ (توضیح الأفكار: ۱/ ۳۶۰-۳۶۶)

۶۔ محیث عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ (صاحب تحفة الأخوذی: ابکار المنن)

۷۔ علامہ محمد گوندلوی رحمہ اللہ (خیر الکلام)

۸۔ استاذ ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ (توضیح الکلام)

۹۔ سید محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ (مقالات راشدیہ)

۱۰۔ ڈاکٹر مسفر بن غرم اللہ (التدلیس)

۱۱۔ شیخ حماد انصاری (إتحاف ذوی الرسوخ)

۱۲۔ شیخ صالح بن سعید الجزاری (التدلیس: ۱۴۹، ۱۵۰، ۲۹۶، ۲۹۷)

۱۳۔ شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ (جزء منظوم فی أسماء المدلسین)

۱۴۔ شیخ محمد بن العثیمین رحمۃ اللہ علیہ

(الصیّد الثمین فی رسائل الشیخ محمد العثیمین: ۲/۱۲۰ مصطلح)

۱۵۔ دکتور عواد الخلف (روایات المدلسین فی صحیح مسلم: ۷۲، ۷۳)

۱۶۔ دکتور علی نایف بقاعی

(الاجتهاد فی علم الحدیث وأثره فی الفقہ الإسلامی، ص: ۲۷۴)

علاوہ ازیں سابقہ صفحات میں ”مختصین کی آرا“ کا عنوان ملاحظہ کیجیے۔

جمہور علماء و محدثین کے خلاف محترم زبیر صاحب نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ مدلسین کی تقسیم یوں کی ہے۔

۱۔ تدلیس سے بری۔

۲۔ مدلس ہے پھر اس میں تیسرے، چوتھے یا پانچویں طبقے کو شامل کیا۔

گویا پہلا اور دوسرا (قلیل التدلیس کا) طبقہ بالکل ہی ختم کر دیا۔ انتہائی افسوس ناک امر ہے کہ سفیان بن عیینہ کو طبقہ ثالثہ میں دھکیل دیا، حالانکہ ان کا عنعنہ بالاتفاق مقبول ہے۔ کیا محترم صاحب اس بدیع اجتہاد کی تائید میں کوئی معتبر حوالہ قارئین کے سامنے پیش کر سکتے ہیں؟ بہر حال یہ راہ انتہائی خطرناک ہے۔ واللہ المستعان۔

بعض لوگوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ ”عصر حاضر میں بعض جدید علماء مثلاً حاتم الشریف العونی وغیرہ نے بعض شاذ اقوال لے کر قلیل اور کثیر التدلیس کا شوشہ چھوڑا ہے۔ انھوں نے اس مسئلے کو لٹھ مار کر غرق کرنے کی کوشش کی ہے۔“

عرض ہے کہ شیخ حاتم سے قبل یہی مسئلہ پاکستان میں سید بدیع الدین راشدی، سید محبت اللہ راشدی، علامہ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ارشاد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ بلکہ سید بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نظم محترم زبیر صاحب نے الفتح المبین

کے ذیل میں شائع کی ہے۔ جزاء اللہ عنا خیر الجزاء

ہندوستان میں محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کا نام گرامی معروف ہے۔ بلکہ اس بارے میں امام ابن مدینی رحمہ اللہ، مسلم رحمہ اللہ، بخاری رحمہ اللہ کے اقوال مشہور ہیں۔ کیا ان اہل اصطلاح کے اقوال بھی شاذ ٹھہریں گے؟

بعض الناس اپنے موقف کی تائید میں ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں فی الواقع تدلیس ہے، حالانکہ یہ نزاع ہی نہیں۔ محدثین نے مدلسین کی روایات پر تنقید کی تو اس وجہ سے کی

۱۔ وہ روایت تدلیس شدہ تھی۔

۲۔ یا وہ ان مدلسین کو کثیر التدلیس سمجھتے تھے۔

اسی طرح غیر اہل فن کے اقوال کو اپنی تائید میں پیش کرنا بھی علم کی کوئی خدمت نہیں، بلکہ اس بابت ایسے ایسے نام بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ جنہیں شاید مصطلح الحدیث کی ابجد سے بھی ناواقفیت ہو۔ مناظروں کا میدان تحقیق کے علمی اور سنجیدہ میدان سے مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے مناظروں کے حوالوں کو تحقیق کے میدان میں گھسیڑنا مستحسن نہیں۔ کباء ائمہ کے مقابلے میں عام اہل علم کو پیش کرنا بھی درست نہیں۔

خلاصہ

- ۱۔ متقدمین اہل فن (امام علی بن مدینی، امام مسلم، امام بخاری رحمہم وغیرہم) کا منہج امام شافعی رحمہ اللہ سے جدا ہے۔ بایں وجہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول شاذ ٹھہرا۔
- ۲۔ متقدمین دو مرکزی اسباب کی بنا پر ثقہ مدلس کی معنعن روایت مسترد کرتے تھے۔ ① قلیل التدلیس کے معنعن میں واقعاتی طور پر تدلیس ہو یا اس کی

- روایت میں نکارت یا مخالفت پائی جائے۔ ۲) کثیر التذلیس کا عنعنہ ہو۔
- ۳۔ صراحت سماع کثیر التذلیس سے مطلوب ہے۔ جیسا کہ متقدمین کے اقوال اور تعاملات اس پر دلالت کرتے ہیں۔ انھیں جب شبہ گزرتا تو وہ قلیل التذلیس سے بھی اس کا تقاضا کر لیتے۔ جس کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ ہر قلیل التذلیس بھی اپنے سماع کی توضیح کرے۔
- ۴۔ عام طور پر کلمہ ”عن“ مدلس کا نہیں ہوتا۔
- ۵۔ طبقات المدلسین کی تالیف سے ہنوز یہ طبقاتی تقسیم معمول بہا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس میں ایسے مدلسین بھی شامل ہیں جو تذلیس اشیوخ یا تذلیس الصیغ کا ارتکاب کرتے ہیں۔
- اول الذکر قسم میں صیغ ادا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کا عنعنہ اور صراحت سماع دونوں یکساں ہیں۔
- مؤخر الذکر قسم (تذلیس الصیغ) میں مدلس کا عنعنہ مقبول ہوتا ہے۔
- اسی طرح طبقات المدلسین میں مذکور بعض روایات کے طبقے میں اختلاف ہے۔ چند محدثین قلیل التذلیس قرار دیتے ہیں اور بعض کثیر التذلیس، بلکہ بسا اوقات حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا اجتہاد بھی متغیر ہوتا ہے، لہذا یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا حامل ہے۔
- ۶۔ مسئلہ تذلیس کی کہنہ جاننے والے طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔
- ۷۔ برصغیر کے اکابر محدثین کا یہی موقف ہے۔
- ۸۔ حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بہ طور اثبات ذکر نہیں کیا، بلکہ بہ طور فائدہ ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں مقدمہ ابن الصلاح کی مناسبت سے اس کے مختصرات میں یہ قول نقل در نقل چلا گیا۔

۹۔ تدلیس کی قلت اور کثرت کا اعتبار:

جن محدثین اور اہل علم نے تدلیس کی کمی و بیشی کا اعتبار کیا ہے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

- ① امام علی بن مدینی۔ ② امام مسلم۔ ③ امام بخاری۔ ④ امام احمد۔
- ⑤ امام ابن معین۔ ⑥ امام ابو حاتم۔ ⑦ امام یعقوب بن شیبہ۔ ⑧ امام ابو داود۔
- ⑨ امام یحییٰ بن سعید القطان۔ ⑩ امام عبدالرحمن بن مہدی۔ ⑪ امام ابن سعد۔
- ⑫ امام ابو زرہ۔ ⑬ حافظ عجل۔ ⑭ حافظ دارقطنی۔ ⑮ حافظ ابن رجب۔
- ⑯ حافظ علائی۔ ⑰ علامہ حلبی۔ ⑱ حافظ ابن حجر۔ ⑲ حافظ سخاوی۔ ⑳ امیر
- یمنی۔ ㉑ محدث عبدالرحمن مبارکپوری۔ ㉒ استاذ گرامی اثری رحمہ اللہ۔ ㉓ محمد
- گوندلوی محدث۔ ㉔ محدث البانی۔ ㉕ سید بدیع الدین راشدی۔ ㉖ سید محبت
- اللہ راشدی۔ ㉗ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد۔ ㉘ شیخ ناصر بن حمد الفہد۔
- ㉙ دکتور مسفر بن غرم اللہ۔ ㉚ شیخ صالح بن سعید عوامر۔ ㉛ شیخ حماد انصاری۔
- ㉜ شیخ ابو عبداللہ احمد بن عبداللطیف۔ ㉝ شیخ شریف حاتم العونی۔ ㉞ دکتور خالد
- بن منصور الدریس۔ ㉟ دکتور عواد الخلف۔ ㊱ شیخ محمد بن طلعت۔ ㊲ مولانا
- سرفراز صفدر۔ ㊳ علامہ محمود سعید ممدوح۔ ㊴ علامہ ربیع مدخلی۔ ㊵ شیخ ابواسحاق
- الحوینی۔ ㊶ شیخ ابو عبیدہ مشہور۔ ㊷ دکتور عبداللہ بن محمد حسن دمفو۔ ㊸ شیخ ابراہیم
- بن عبداللہ اللاحم۔ ㊹ شیخ عدنان علی الخضر۔ ㊺ دکتور اکرام اللہ امداد الحق۔
- ㊻ دکتور علی نایف بقاعی۔ ㊼ مولانا عبدالرؤف عبدالجنان۔ ㊽ دکتور علی بن عبداللہ۔
- ㊾ دکتور حمزہ احمد زین۔ ㊿ علامہ ماہر یاسین نخل۔ ① دکتور ابو بکر کافی۔ ② شیخ ابو
- الحسن مصطفیٰ بن اسماعیل السلیمانی۔ ③ شیخ ابواسحاق الدمیاطی۔ ④ دکتور زیاد محمد

منصور۔ (۵۵) دکتور صلاح الدین علی۔ (۵۶) انخی فی اللہ سید انور شاہ راشدی۔ (۵۷) مولانا حافظ شاہد محمود۔ (۵۸) مولانا ابراہیم بن بشیر الحسینوی وغیرہم۔
 جن محدثین نے مدلسین کی معتن احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، ان کے نام
 ان اسماء پر مستزاد ہیں، ایک جھلک کے لیے شائقین ”امام سفیان بن عیینہ“ اور
 ”امام زہری“ کے عناوین ملاحظہ فرمائیں۔